www.KitaboSunnat.com

سوار قوموں کو انھوں نے تعلیم و تلقین سے مشرف باسلام کیا۔ لیکن افسوس ہے اس مصنف نے ان قوموں کے مسلمان ہونے کا مفصل حال نہیں لکھا۔[۱]

حضرت خواجہ نظام الدینؒ کو اہل ہند میں اشاعتِ اسلام سے بڑی دلچسپی تھی۔ لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ محض تقریر اور کہنے سننے سے کسی شخص کا اپنے قدیم عقیدے سے ہٹنا اور نئے دین کو قبول کر لینا۔ بالخصوص ہندو قوم کا، جو اپنی پختگی، قدامت پرستی، اور ذات پات اور چھوت چھات کی پابندی میں خاص امتیاز رکھتی ہے، محض حُسنِ تقریر اور وعظ و نصیحت سے مسلمان کر لینا آسان نہیں، اس کے لئے اُن کے لئے موثر و طویل صحبت کی ضرورت تھی۔

فوائد الفواد میں ہے کہ ایک غلام جو مسلمان تھا حضرت کی مجلس مبارک میں حاضر ہوا، اور اپنے ایک ہندو دوست کو اپنے ساتھ لایا اور کہا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ حضرت خواجہؒ نے اس غلام سے فرمایا کہ:۔ تمھارا یہ بھائی کچھ اسلام کی طرف بھی میلان رکھتا ہے؟۔ غلام نے عرض کیا کہ:۔ اس کو حضرت کے قدموں میں اسی لئے لایا ہوں کہ آپ کی نظرِ کیمیا اثر کی برکت سے یہ مسلمان ہو جائے۔ یہ سُنکر حضرت خواجہؒ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، فرمایا کہ:۔ کسی کے کہنے سننے سے اس قوم کا دل نہیں پھرتا، ہاں اگر اس کو کسی نیک بندے کی صحبت میسر آجائے تو اُمید ہوتی ہے کہ اس کی صحبت کی برکت سے وہ مسلمان ہو جائے۔[۲]

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس پچاس برس کے عرصہ میں جس میں حضرت خواجہ نظام الدینؒ دہلی جیسے مرکزی مقام میں مسندِ ہدایت و ارشاد پر متمکن رہے، اور اُن کی خانقاہ کا دروازہ ہر انسان کے لئے کُھلا رہا، یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کے دُور دراز گوشوں سے مختلف ضرورتوں اور تقریبوں سے لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم آتے تھے اور اپنی قومی خوش اعتقادی کی بناء پر حضرت خواجہؒ کی زیارت کو بھی حاضر ہوتے تھے، بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔ میوات کا علاقہ جو حضرت خواجہؒ کے مرکز غیاث پور سے جانب جنوب متصلاً واقع ہے، اور

---

[۱] دعوتِ اسلام، ترجمہ مولوی عنایت اللہ دہلوی ص ۲۹۵ [۲] فوائد الفواد ص ۱۸۲

جہاں کے رہنے والوں کی رہزنی اور شورہ پشتی کی وجہ سے کچھ عرصہ پہلے سلطان ناصر الدین محمود کے زمانہ میں شہر پناہ دہلی کے دروازے سرِ شام ہی سے بند ہو جاتے تھے، اور جن کی کئی بار غیاث الدین بلبن کو تادیب کرنی پڑی۔ حضرت خواجہؒ کے فیوض و برکات اور اُن کی تعلیم و تربیت کے اثرات سے ضرور مستفید ہوا ہوگا، اور عجب نہیں کہ اتنی بڑی تعداد میں میواتی انھیں کے زمانہ میں مسلمان ہوئے ہوں۔

چشتی خانقاہوں نے اپنے اپنے حلقۂ اثر میں بالواسطہ اور بلاواسطہ گرد و پیش کی غیر مسلم آبادیوں کو اپنے اخلاق، روحانیت اور مساوات و اخوت سے جس کی فضا ان خانقاہوں میں تمام تھی ضرور متاثر کیا، اور اُن قوموں کو جو کشف و کرامت اور رُوحانیت سے خاص طور پر متاثر ہوتی ہیں اسلام میں داخل کرنے کا ذریعہ بنے، پنڈوہ کی چشتی خانقاہ اور احمد آباد اور گلبرگہ کے چشتی مشائخؒ کے اثر سے غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد کا مسلمان ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔ گیارھویں صدی میں سلسلۂ چشتیہ کے مجدد حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کو اشاعتِ اسلام کا بڑا اہتمام تھا، انھوں نے اپنے خلیفہ و جانشین شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کو جو خطوط لکھے ہیں، ان میں جا بجا اس کی تاکید و ہدایت ہے، ان کے مطالعہ سے ان کی اس مسئلہ میں بے چینی اور فکر کا اندازہ ہوتا ہے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

در آں کوشید کہ صورت اسلام وسیع گردد و ذاکراں کثیر[۱]	اسکی کوشش کرو کہ اسلام کا دائرہ وسیع ہو اور اسکے حلقہ بگوش کثیر ہوں۔

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

بہرحال کلمۃ الحق کوشید و از مشرق تا مغرب ہمہ حقیقی بر کنید[۲]۔	

---

[۱] مکتوباتِ کلیمی، مکتوب نمبر ۶، ص ۷ [۲] ایضاً نمبر ۸۰ ص ۶۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں :-

"شیخ نظام الدین صاحبؒ کی تبلیغی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے ہندو گرویدۂ اسلام ہو گئے بعض اپنے رشتہ داروں کے ڈر سے مسلمان ہونے کا اظہار نہیں کرتے تھے لیکن دل سے مسلمان ہو چکے تھے۔"

شاہ کلیم اللہ صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

"دیگر مرقوم بود بعیہ دیا رام و ہندو ہائے دیگر بسیار در ربقۂ اسلام در آمدہ اند اما با مردم قبیلہ پوشیدہ می مانند۔"

ساتھ ہی ساتھ اس چیز کو بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی شخص مسلمان ہونے کے بعد اپنے مسلمان ہونے کو مخفی رکھے، مبادا بعدِ موت اُس کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو غیر مسلموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

"برادرمن اہتمام نمایند کہ آہستہ آہستہ ایں امرِ جلیل از بطون بظہور انجامد کہ موت در تعقب است، مبادا احکام اسلام بعد از رحلت بجا نیارند و مسلمان حقیقت را بسوزانند، دیارام اگر خطے می نویسد خطے نوشتہ خواہد شد۔"[1]

افسوس ہے کہ کسی نے مشائخ ہندوستان اور بالخصوص سلسلۂ چشتیہ کے مشائخ کی تبلیغی کوششوں کی تاریخ اور روئداد مرتب کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی، لیکن تمام مورخین کے نزدیک ہندوستان میں اشاعتِ اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ صوفیائے کرام و فقرائے اسلام ہیں، اور ظاہر ہے کہ ان سلاسل تصوف میں سلسلۂ چشتیہ اور اُس کے مشائخ کو اولیت اور اہمیت حاصل ہے، اور اس کام میں اُن کا حصہ تنا سب سے زیادہ ہے۔

خدمت و اشاعتِ علم

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ اور اُن کے خلفاء اور اہلِ سلسلہ کو علم کی تحصیل و تکمیل کا جتنا اہتمام تھا اُس کا اندازہ حضرت خواجہ فریدالدینؒ کے

[1] مکتوب ۲۱، ۲۱۸

مقولہ اور خود حضرت خواجہ نظام الدین کے شیخ سراج الدین عثمان اودی (اخی سراج) بانی خانقاہ پنڈوہ کے ساتھ رویہ سے ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اُن کو اس وقت تک اجازت نہیں دی جب تک کہ انھوں نے علم کی تحصیل و تکمیل نہیں کر لی، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ رشد و ارشاد اور درس و تدریس اور علم کی اشاعت و ترویج دونوں اس سلسلہ کی تاریخ میں ساتھ ساتھ چلتے رہے، اور یہ رفاقت دورِ انحطاط تک قائم رہی۔ حضرت خواجہؒ کے ایک خلیفۂ اجل مولانا شمس الدین یحیٰی تھے جو اس عصر کے بہت سے علماء اور اساتذہ کے استاد تھے، شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کا مشہور شعر ہے۔ ؎

سألتُ العلمَ من احياك حقًا
فقال العلم شمس الدين يحيٰى

میں نے علم سے پوچھا کہ تمھیں حقیقی حیات کس نے بخشی، اُس نے مولانا شمس الدین یحیٰیؒ کا نام لیا۔

شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے مخصوص ارادت مندوں و مسترشدین میں قاضی عبد المقتدر کندی (م ۷۹۱ھ) اُن کے شاگردِ رشید شیخ احمد تھانیسری (م ۸۲۰ھ) اور مولانا خواجگی دہلوی (م ۸۱۴ھ) ہندوستان کے نامور ترین علماء و استاد الاساتذہ و مجددینِ علم میں سے ہیں۔ قاضی عبد المقتدر اور مولانا خواجگی کے شاگردِ رشید شیخ شہاب الدین احمد ابن عمر دولت آبادی (م ۸۴۹ھ) فخرِ ہندوستان اور نادرۂ روزگار تھے، اور ملک العلماء قاضی شہاب الدین کے نام سے ہندوستان کی علمی تاریخ میں زندۂ جاوید ہیں، اُن کی شرح کافیہ (جو شرح ہندی کے نام سے عرب و عجم میں مشہور ہوئی) کے محشیوں میں علامہ گازرونی اور میر غیاث الدین منصور شیرازی جیسی بلند شخصیتیں ہیں، یہ وہی ہیں جنکی علالت کے موقع پر سلطان ابراہیم شرقی نے پانی کا پیالہ بھر کر اُن پر سے تصدق کیا، اور دعا کی کہ ملک العلماء میری سلطنت کی آبرو ہیں، اگر اُن کی موت مقدر ہی ہے تو اُن کے بجائے مجھے قبول کر لیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسی سلسلہ کے ایک عالم جلیل مولانا جمال الاولیاء چشتی کوروی (م ۱۰۴۷ھ) جن کے نامور شاگردوں میں مولانا لطف اللہ کوروی، سید محمد ترمذی کالپوی، شیخ محمد رشید جونپوری اور شیخ یٰسین بنارسی جیسے علماء کبار و شیوخ عصر تھے مولانا لطف اللہ کوروی کے شاگرد ہندوستان کے مشہور عالم مولانا احمد امیٹھوی عرف ملّا جیون، قاضی علیم اللہ کپندوی اور مولانا علی اصغر قنوجی تھے جنھوں نے تدریس و تدریس کا ہنگامہ گرم رکھا، اور بڑے بڑے نامور عالم و مدرس اُن کے حلقۂ درس سے تیار ہو کر نکلے۔ ٹیلہ والی مسجد کا شہرۂ آفاق دارالعلوم جس کے مسند نشین حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی (م ۱۰۸۰ھ) تھے اسی سلسلہ سے تعلیمی روحانی نسبت رکھتا تھا۔ خود درس نظامی (جس کی جہانگیری مسلّم ہے) کے بانی ملا نظام الدین (م ۱۱۶۱ھ) اور اُن کے نامور جانشین اور اہل خاندان اس سلسلے سے نسبتِ روحانی رکھتے تھے۔

اس کے علاوہ عام طور پر بھی مشائخ چشت کا علمی ادبی ذوق، تبحر اور علمی شغف ایک تاریخی حقیقت ہے، جو حضرت نور قطب عالم حضرت جہانگیر اشرف سمنانی، حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کے مکتوبات اور پنڈوہ، گلبرگہ، مانک پور، سلون وغیرہ کی خانقاہوں کی علمی سرگرمیوں اور دلچسپیوں سے عیاں ہے۔

خاتمۂ کلام

قبل اس کے کہ سلسلۂ چشتیہ کی تاریخ کا یہ صفحۂ زرّیں ختم کیا جائے، ایک تلخ حقیقت کی طرح اس کا اظہار ضروری ہے کہ زمانہ کے مرور و انقلاب کے ساتھ اس سلسلہ اور اسکے بانیانِ کرام اور اساسِ نظام کی خصوصیتوں میں انحطاط و زوال رونما ہوا، تصوف و روحانیت کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہر سلسلہ کا آغاز جذب قوی سے ہوا، پھر اس نے سلوک اور آخر میں رسوم کی شکل اختیار کرلی۔ یہاں بھی جس سلسلہ کا آغاز عشق، درد و محبت، زہد و ایثار، فقر و استغناء، ریاضات و مجاہدات اور دعوت و تبلیغ سے ہوا تھا، اُس میں تدریج ایسی تبدیلی ہوئی کہ آخر میں اس کے نظام کے تین نمایاں عناصر ترکیبی رہ گئے۔

(۱) وحدت الوجود کے عقیدہ میں غلو اس کی اشاعت کا انہماک اور اس کے باریک و دقیق مضامین کا اعلان و تذکرہ۔

(۲) محافل سماع کی کثرت، وجد و رقص کا زور۔

(۳) اعراس کا اہتمام اور ان کی رونق و گرم بازاری جو شرعی حدود و قیود سے بے نیاز ہے۔

وہ اعمال و رسوم اور عقائد جن کی اصلاح کے لئے دینِ خالص کے یہ اولوالعزم داعی ایران و ترکستان کے دُوردراز مقامات سے آئے تھے، خانقاہوں کا ایسا دستورِ العمل بن گئے کہ غیر مسلم آبادی کے لئے یہ ایک معمہ اور سوال بن گیا کہ اسلام اور دوسرے مذاہب میں (جن کی اصلاح کے لئے یہ مبلغینِ اسلام بحر و بر طے کر کے تشریف لائے تھے) عملاً کیا فرق ہے؟ توحید کے لفظ کا استعمال اور دعوت توحیدِ وجودی کے معنی میں محدود ہو کر رہ گئی، سنت اور اتباع شریعت جس پر ان مشائخ نے اتنا زور دیا تھا، اہلِ ظاہر کا شعار اور حقیقت ناشناسوں کی علامت بن کر رہ گیا، شریعت و طریقت دو الگ الگ کوچے تسلیم کئے گئے جن میں نہ صرف مغایرت تھی، بلکہ تضاد، مزامیر و آلاتِ سماع جن کی مشائخ متقدمین نے اتنی شدت سے ممانعت کی تھی، داخلِ طریق بن گئے، درد و عشق کی جنس جو طریقۂ چشتیہ کا سرمایہ تھا اس بازار میں ایسی نایاب ہوئی کہ طالب صادق کو حسرت سے کہتے ہوئے سنا گیا کہ۔ ع

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دُکان اپنی بڑھا گئے

فقر جو اس طریق کا فخر تھا، شانِ امیری اور شکوہِ خسروی سے تبدیل ہو گیا۔

اس سب سے بڑھ کر انقلاب اور تاریخ کا سانحہ یہ ہے کہ جن بندگانِ خدا کا مقصدِ حیات ہی خدا کے سب بندوں کا سر دُنیا کے تمام آستانوں سے اُٹھا کر خدائے واحد کے آستانہ پر جھکانا اور "ماسوٰی" میں اٹکے ہوئے اور پھنسے ہوئے دلوں کو نکال کر ایک خدا سے اٹکانا تھا، اور جن کی دعوت اور زندگی انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی تصویر اور ان آیات کی تفسیر تھی۔

ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ	کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ تو اس کو
الکتاب والحکم والنبوۃ ثم	کتاب اور دین کی فہم اور نبوت عطا فرمائے اور پھر وہ
یقول للناس کونوا عباداً لی	لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ خدا تعالیٰ کی
من دون اللہ ولکن کونوا ربانیین	توحید کو چھوڑ کر لیکن وہ یہ کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بما كنتم تعلمون الكتاب وبما كنتم تدرسون ولا يأمركم ان تتخذوا الملٰئكة والنبيين اربابًا ايأمركم بالكفر بعد اذ انتم مسلمون ۔ (آل عمران ۔ ع ۸)	بن جاؤ بوجہ اسکے کہ تم کتاب الٰہی اوروں کو بھی سکھاتے ہو اور بوجہ اسکے کہ خود بھی اسکو پڑھتے ہو اور نہ وہ یہ بات بتلائے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو بھلا وہ تم کو کفر کی بات بتلائے گا بعد اسکے کہ تم مسلمان ہو۔

انقلابِ زمانہ سے خود اُن کی ذات مطلوب و مقصود اور خود اُن کا آستانہ مسجود و معبود بن گیا۔

مخدوم الملک

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری

رحمۃ اللہ علیہ

(۶۶۱ھ ——— ۷۸۶ھ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

حالاتِ زندگی

ولادت سے بیعت و اجازت تک

خاندان

احمد نام، شرف الدین لقب، مخدوم الملک بہاری خطاب، والد کا نام شیخ یحییٰ تھا، جو زبیر ابن عبد المطلب کی اولاد میں تھے، اس طرح آپ کا خاندان ہاشمی قریشی ہے۔ آپ کے پردادا مولانا محمد تاج فقیہ اپنے زمانہ کے بڑے علماء و مشائخ میں سے تھے۔ الخلیل[1] (شام) سے نقل سکونت کر کے بہار کے قصبۂ منیر[2] میں قیام پذیر ہوئے، بعض مصنفین نے آپ کو شہاب الدین خودی کا ہم عصر بتایا ہے۔

---

[1] اب یہ شہر مملکت ہاشمیہ اردنیہ کا ایک شہر ہے جو بیت المقدس سے تقریباً ۲۰ میل پر واقع ہے، اس کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مدفون ہونے کا شرف حاصل ہے، شرفاء اور صلحاء کی یہ قدیم بستی ہے، اپنی آب و ہوا کی لطافت اور اپنے ساکنین کی نرم خوئی، مہمان نوازی اور حسن اخلاق میں مشہور رہا ہے۔

[2] اس وقت عام طور پر قصبۂ منیر کے نام سے مشہور ہے، لیکن قدیم ماخذ اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ (بقیہ ص ۱۲۸ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مولانا محمد تاج فقیہؒ کی ذات سے منیر اور اُسکے مضافات میں اسلام کی بہت اشاعت ہوئی، کچھ عرصہ آپ نے منیر میں قیام کرکے وطن کو مراجعت فرمائی، اور زندگی کا بقیہ حصّہ خلیل ہی میں بسر کیا۔ آپ کا خاندان بدستور منیر میں رہا۔

شیخ احمد شرف الدینؒ کے نانا شیخ شہاب الدین جگ جوتؒ سہروردی سلسلہ کے مشائخ میں تھے، آبائی وطن کاشغر تھا، ہندوستان تشریف لائے اور موضع جیٹھلی میں قیام فرمایا جو پٹنہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مریدین میں سے تھے۔ زہد وورع اور استقامت میں پایہ بلند رکھتے تھے، اور اسی وجہ سے جگ جوت (دنیا کی روشنی) کے لقب سے مشہور تھے، ان کی ایک صاحبزادی کے بطن سے شیخ احمد شرف الدینؒ اور دوسری صاحبزادی سے شیخ احمد چرم پوشؒ جیسے نامور مشائخ پیدا ہوئے[۱]۔ آپ حسینی سادات میں سے تھے، اس طرح شیخ احمد شرف الدینؒ کا سلسلہ مادری سادات میں سے ہے۔

(ص۱۰ کا بقیہ حاشیہ) اس کا اصل تلفظ منیر تھا۔ فرہنگ ابراہیمی جس کے دوسرا نام شرف نامہ ابراہیمی اور شرف نامہ احمد منیری بھی ہیں اور جو ۸۲۲ھ اور ۸۳۰ھ کے درمیان کی تصنیف ہے کے مقدمہ میں اُسکے مصنف ابراہیم قوام فاروقی نے اپنے ایک مصرع میں کتاب کا نام اس طرح منظوم کیا ہے۔ مع :- "شرف نامۂ احمد مُنیری" یہ مصرع جب ہی موزوں ہوتا ہے جب مُنیری پڑھا جائے۔ اس کتاب کے تذکرہ کے ذیل میں انڈیا آفس لائبریری کی فہرست میں اس کو انگریزی میں بھی اسی طرح ضبط کیا گیا ہے یعنی مُنیری (MUNYARI)۔[۳]

[۱] سیرۃ الشرف میں ہے کہ قصبہ منیر ۵۷۶ھ میں مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہوا ــــــــ مصنف نے ایک قطعۂ تاریخی نقل کیا ہے جو حسب ذیل ہے۔ ؎

یافت چوں بر راجۂ منیر ظفر ❊ داد امام از دین جہانے رانوی
۵۷۶
ہست منقول از بزرگانِ سلف ❊ سال آں دینِ محمد شد قوی

(بقیہ ص۱۸۰ پر)

ولادت شعبان کے آخری جمعہ ۶۶۱ھ میں قصبہ منیر میں آپ کی پیدائش ہوئی "شرف آگیں" تاریخ ولادت ہے۔ آپکے تین بھائی اور تھے :۔ شیخ خلیل الدین، شیخ جلیل الدین اور شیخ حبیب الدین۔

تعلیم جب آپ کی عمر پڑھنے کے قابل ہوئی تو آپ کو مکتب میں بٹھایا گیا۔ اُس زمانہ میں بہت سے ممالکِ اسلامیہ میں عام طور پر دستور تھا کہ درسی کتابوں کے متون لفظ بلفظ یاد کرائے جاتے تھے، اور کچھ لغت کی مختصر کتابیں بھی، تاکہ الفاظ کا ذخیرہ بچپن سے محفوظ ہو جائے۔ شیخ نے اس طرزِ تعلیم پر اپنی بعض بعض تحریروں میں تنقید فرمائی ہے، اور قوتِ حافظہ اور وقت کے اس غلط استعمال پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ بجائے قرآن مجید کے ایسی کتابیں رٹائی جائیں جو دین کے لئے کچھ زیادہ مفید نہیں۔ معدن المعانی کے باب ششم میں فرماتے ہیں :-

درایام خوردگی چندیں کتابہا مارا یاد گردانیدند	بچپن میں اُستادوں نے بہت سی کتابیں
چنانکہ مصادر و مفتاح اللغات وجز آں در	یاد کرائیں، مثلاً مصادر، مفتاح اللغات وغیرہ
کتابہا۔ و مفتاح اللغات جزوے بیستے خواہد بُود	مفتاح اللغات بیس جزو کی کتاب ہوگی، بقدر
مقدار یک جلد یاد کرانیدند و ہر بار یاد تمام	ایک جلد کے یاد کرائی، ہر مرتبہ زبانی سُنتے تھے،
می شنیدند بایستے بجائے آں قرآن یاد می کرانیدند[۱]	اسکے بجائے قرآن مجید یاد کرانا چاہیے تھا۔

افسوس ہے کہ تذکروں میں آپکے ابتدائی اساتذہ کے نام اور ان کتابوں اور علوم کی تفصیل نہیں ہے، جن کی آپ نے

(ص۱۰ کا بقیہ حاشیہ) اس طرح یہ ماننا پڑیگا کہ فتح منیر شہاب الدین غوری کی فتح ہندوستان (۵۸۸ھ) سے قبل کا واقعہ ہے، کیا مسلمان غزنویوں کے عہد ہی میں بہار و بنگال کی حدود میں پہونچ گئے تھے، اور انھوں نے جا بجا اسلامی عملداری اور قبضہ کی بنیاد ڈالدی تھی؟ تاریخی حیثیت سے یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے۔

[۱] معدن المعانی مطبع شرف الاخبار ص۴۳۔

www.KitaboSunnat.com

وطن میں رہ کر تحصیل کی۔ اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے منیر میں رہ کر متوسطات تک تعلیم حاصل کی، اور وقت کے بڑے اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہو گئے۔

مولانا شرف الدین ابو توامہ سے تلمذ اور سنار گاؤں کا سفر

وطن میں رہ کر علم کی تحصیل کے جو مواقع حاصل تھے، جب آپنے اُن سے فراغت حاصل کرلی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی علمی تکمیل و ترقی کیلئے ایک دوسرا انتظام فرمایا۔ دہلی کے اساتذہ میں سے مولانا شرف الدین ابو توامہ جو شمس الدین التمش کے عہد دولت ہی سے علم و تدریس کے نظام شمسی کے ایک روشن ستارہ تھے۔ غالباً غیاث الدین بلبن کے عہد میں[1] رجوع عام اور بعض حاسدوں کی ریشہ دوانیوں کی بنا پر اشارۂ سلطانی سے ترک وطن پر مجبور ہوئے اور اس وقت ہندوستان کی اسلامی مملکت کے آخری سرحدی شہر سنار گاؤں[2] کا قصد فرمایا، راستہ میں بہار سے گذرتے ہوئے آپنے چند روز منیر میں قیام فرمایا، جو غالباً اس وقت دہلی سے سنار گاؤں جاتے ہوئے ایک کارواں سرائے اور آباد بستی تھی، اہل قصبہ کو علم ہو گیا کہ دہلی کا ایک جید عالم منیر آیا ہے۔ صاحب مناقب الاصفیا[1] کا بیان ہے کہ شیخ مولانا شرف الدین کے تبحر علمی اور صلاح و تقویٰ سے بہت متاثر ہوئے، اور فرمایا کہ:- علوم دین کی تعلیم ایسے ہی جامع علم و عمل شخص سے کرنی چاہئے آپنے اپنے والدین سے سنار گاؤں جانے کی اجازت مانگی، اور اُن کی اجازت سے مولانا شرف الدینؒ کی ہمرکابی اختیار کی اور سنار گاؤں تشریف لے آئے۔ شیخ خود اپنی کتاب "خوانِ پُرنعمت" کی مجلس ششم میں اُستاد کے متعلق اپنے تاثر اور عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

مولانا شرف الدین ابو توامہؒ ایں چنیں دانشمندے	مولانا شرف الدین ابو توامہؒ ایسے عالم تھے کہ تمام
کہ در تمامۂ ہندوستان مشار الیہ بود و ہیچ کس را	ہندوستان میں ان کی طرف انگلیاں اُٹھتی تھیں،
در علم ایشاں شبیہ نہ بود[2]۔	اور علم میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔

سنار گاؤں پہونچ کر آپ حصولِ علم میں ہمہ تن منہمک ہو گئے۔

صاحب مناقب الاصفیا کا بیان ہے کہ آپ کو مطالعہ اور اسباق میں اتنا انہماک تھا اور وقت کی اتنی قدر تھی کہ طلبہ اور حاضرین کے ساتھ عام دستر خوان پر حاضر ہونا اور سب کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا گوارا نہ تھا کہ اس میں کچھ زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ مولانا شرف الدین ابو توامہ نے آپ کا انہماک اور طبیعت کا تقاضا دیکھ کر اس کا انتظام کر دیا کہ آپ کا کھانا آپ کی خلوت گاہ میں پہونچ جایا کرے[3]۔

---

[1] اگر تسلیم کر لیا جائے کہ مولانا شرف الدین ابو توامہ کے منیر تشریف آوری کے وقت شیخ شرف الدین احمد کم سے کم ۱۲ سال کے تھے تو یہ ۶۷۳ھ میں ہوگا، اس طرح یہ زمانہ غیاث الدین بلبن کا ہے جس نے ۶۶۴ھ سے لیکر ۶۸۶ھ تک سلطنت کی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ابو توامہؒ نے سلطان غیاث الدین بلبن کے اشارہ سے ہجرت اختیار کی تھی۔ ع

"رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند"

[2] سنار گاؤں مسلمانوں کے عہد میں شرقی بنگال کا دار الحکومت تھا، اب یہ ایک غیر معروف مقام ہے جو کس مپرسی میں پڑا ہوا ہے، اور پنام (PAINAM) کے نام سے ضلع ڈھاکہ میں شامل ہے، عدیا برہم پُترا سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر بستا ہے، سنار گاؤں کے اطراف میں کثیر تعداد میں ویران مسجدوں کے نشانات پائے جاتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہ ایک بڑا اسلامی شہر تھا، یہ اُس شاہی سڑک کا منتہیٰ تھا جس کو شیر شاہ نے بنایا تھا۔

[1] مناقب الاصفیا" مخدوم شاہ شعیب فردوسیؒ کی تصنیف ہے، جو حضرت شیخ شرف الدین احمد منیریؒ کے بنی اعمام میں سے تھے۔ آپ شیخ عبد العزیز ابن مولانا محمد تاج فقیہؒ کے پوتے ہیں ——— اس طرح یہ کتاب شیخ شرف الدینؒ کے حالات کا قدیم ترین اور خاندانی ماخذ ہے۔

[2] خوانِ پُرنعمت صفحہ ۱۵ (مطبع احمدی)۔

[3] مناقب الاصفیا صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ کا یہ زمانہ شدید انہماک اور یکسوئی میں گذرا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سنار گاؤں کے زمانۂ قیام میں وطن سے جو خطوط پہونچتے تھے اُن کو آپ کسی خریطہ میں ڈالتے جاتے تھے، اور اس خیال سے پڑھتے نہیں تھے کہ طبیعت میں انتشار اور تشویش پیدا ہوگی، اور حصولِ مقصد میں خلل واقع ہوگا۔[1]

شیخ نے سنار گاؤں میں مولانا کی خدمت میں تمام مروجہ علوم کی تکمیل کی، علوم دینیہ اور علوم نافعہ کی تکمیل کے بعد فاضل استاد کی خواہش ہوئی کہ وہ اُن بعض علوم کی بھی تحصیل کریں، جن کے اس زمانہ کے نوجوان اور حوصلہ مند طالب ہوا کرتے تھے، مثلاً علم کیمیا وغیرہ۔ شیخ نے معذرت کی، اور عرض کیا کہ "مجھے علوم دینیہ ہی کفایت کرینگے۔"

ازدواج

مولانا شرف الدین ابو توامہؒ نے اس جوہر قابلی کی پوری قدردانی اور سرپرستی فرمائی اور اپنی صاحبزادی سے شیخ شرف الدین کا نکاح کرکے اُن کو اپنی دامادی میں لے لیا، سنار گاؤں ہی کے زمانۂ قیام میں شیخ کے بڑے صاحبزادے شیخ ذکی الدین پیدا ہوئے۔

مراجعتِ وطن

بعض سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ فراغت کے بعد جب آپنے خطوط کا خریطہ کھولا، تو جو پہلا خط ہاتھ میں آیا، اُس میں آپکے والد ماجد شیخ یحیٰیؒ کی وفات کی اطلاع تھی، اس اطلاع سے ماں کا خیال آیا، اور محبتِ فرزندی نے جوش کیا، اور آپنے اپنے اُستاد سے وطن کو واپسی کی اجازت طلب کی، اور صاحبزادہ شیخ ذکی الدین کے ساتھ منیر تشریف لائے۔[2]

شیخ یحیٰی منیریؒ کا انتقال باتفاق مورخین ۱۱ شعبان سنہ ۶۹۰ھ میں ہوا، اسلئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ آپ کی واپسی سنہ ۶۹۰ھ کے کسی مہینہ میں ہوئی، اس سے زیادہ کی تاخیر کی گنجائش اسلئے نہیں ہے، کہ شیخ نجیب الدین فردوسی نے (جن کے ہاتھ پر آپنے دہلی جاکر بیعت کی) سنہ ۶۹۱ھ میں انتقال فرمایا،

[1] سیرۃ الشرف صفحہ ۴۶، نزہۃ الخواطر، جلد ۲ صفحہ ۹

[2] سیرۃ الشرف صفحہ ۵۲

اسلئے منیر واپسی اور دہلی پہونچنا یہ سب زیادہ سے زیادہ سنہ ۶۹۰ھ کے آخر یا سنہ ۶۹۱ھ کے اوائل میں تسلیم کرنا پڑے گا، اس زمانہ میں سفر کی صعوبت اور سنار گاؤں سے دہلی تک کی مسافت کو دیکھ کر اس بیان کے تسلیم کرنے میں ذرا دشواری محسوس ہوتی ہے، اور یہ واقعہ بھی غرابت سے خالی نہیں کہ آپنے سنہ ۶۹۰ھ تک خطوط ملاحظہ نہ فرمائے ہوں، اور والد کے انتقال کے بعد ہی خریطہ کھولنے کی نوبت آئی ہو، اور اتفاق سے پہلا خط اُن کے انتقال کی اطلاع ہی کا ہاتھ لگا ہو، لیکن خواہ مراجعتِ وطن کا محرک محض ایک خط کے اتفاقی مطالعہ کو نہ قرار دیا جائے، لیکن اتنا ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی سنہ ۶۹۰ھ سے پہلے منیر واپسی نہیں ہوئی، کیونکہ اس واپسی کے موقع پر کسی تذکرہ نگار نے بھی والد سے ملاقات کا ذکر نہیں کیا۔ "مناقب الاصفیا" (جو ایک خاندانی ماخذ ہے) میں ہے:۔

ازاں جا قصد منیر کرد بخدمت مادر آمد
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پسر را تسلیم مادر کرد
وگفت ایں را بجائے من دانید و
مرا بگذارید ہر جا کہ خواہم بروم پنداریدکہ
شرف الدین مرد، بعدہٗ طرفِ دہلی رفت
ومشائخ دہلی را دریافت۔[1]

وہاں سے منیر کا قصد کیا، ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے
بیٹے کو اُس کی دادی کے سپرد کیا اور کہا کہ اس کو
میری جگہ پر سمجھئے، اور مجھے اجازت دیجئے کہ جہاں
چاہوں جاؤں، یہ سمجھ لیجئے گا کہ شرف الدین مرچکا،
اسکے بعد دہلی تشریف لے گئے اور مشائخ دہلی
کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

بہر حال آپ کی بلند ہمتی، صدق طلب، اور عشق الٰہی کی دبی ہوئی چنگاری نے اس کی اجازت نہ دی کہ آپ ظاہری علم کی تکمیل پر قناعت کرکے منیر میں قیام کرلیں، اور علمائے ظاہر کی طرح محض درس و تدریس میں مشغول ہوجائیں، آپنے کمسن صاحبزادے ذکی الدین کو اپنی والدہ صاحبہ کے حوالہ کیا، اور عرض کیا کہ اس کو میری یادگار اور

[1] مناقب الاصفیا صفحہ ۱۳۲ مطبع نور الآفاق کلکتہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندان کا چشم و چراغ جان کر اپنے پاس رکھیے اور دل بہلائیے، اور مجھے دہلی جانے کی اجازت دیجئے کہ مقصودِ حقیقی حاصل کروں۔

سفرِ دہلی و انتخابِ شیخ

بہرحال ۶۹۰ھ کے آخر یا ۶۹۱ھ کے آغاز میں آپ نے دہلی کو کوچ کیا، بڑے بھائی شیخ جلیل الدین ہمراہ تھے، اندازہ ہوتا ہے کہ متبحر استاد کے فیضِ تعلیم اور اپنی جودتِ طبع سے آپ میں معاصر علماء و مشائخ کو ناقدانہ اور محققانہ نظر سے دیکھنے کی عادت اور علوم ظاہری کے معیار پر جانچنے کا مذاق پیدا ہو گیا تھا۔ دہلی پہونچ کر آپنے مشائخ وقت کے یہاں حاضری دی اور اُن کو اس نظر سے دیکھا کہ کس کو اپنا خضرِ طریق بنایا جائے، لیکن جیسا کہ سوانح نگاروں کا بیان ہے: بزرگانِ دہلی میں سے کوئی آپ کی نظر میں نہیں جچا، بمناقب الاصفیاء کے بیان کے مطابق آپنے سب کے ہاں حاضری دینے کے بعد فرمایا:۔ "اگر شیخی اینست ما ہم شیخیم" (اگر یہی پیری مریدی ہے تو ہم بھی شیخ ہیں)[1] صرف حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ متاثر ہوئے، حضرت کی اور آپ کی کچھ علمی گفتگو بھی ہوئی، آپنے سوالات کے معقول جواب دیئے۔ حضرت خواجہ نے اعزاز و اکرام فرمایا، اور پانوں کی ایک تھال عنایت فرمائی، اور فرمایا:۔

سیمرغیست نصیب دام ما نیست ۔۔	ایک شاہین بلند پرواز ہے لیکن ہمارے جال کی
۔۔۔۔۔۔۔۔۔	قسمت میں نہیں ہے۔[2]

دہلی سے پانی پت آئے، اور شیخ بوعلی (شرف الدین) قلندر پانی پتی کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہاں بھی اپنا مقصد نہیں پایا، فرمایا:۔

شیخ است اما مغلوب حال است بتربیت	شیخ ہیں لیکن مغلوب الحال، دوسروں کی تربیت

[1] مناقب الاصفیاء ص۱۳۲ [2] ایضاً ص۱۳۲

دیگرے نمی پردازد[1]	نہیں کر سکتے۔

شیخ نجیب الدین فردوسیؒ

دہلی اور پانی پت سے مایوس واپس آنے پر بڑے بھائی شیخ جلیل الدین نے خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ کا تذکرہ کیا اور اُن کا طریق اور مناقب بیان کئے، شیخ نے کہا کہ:۔ جو دہلی کا قطب تھا (خواجہ نظام الدین اولیاءؒ) اُسنے ہم کو پتے دیکر واپس کر دیا، اب دوسرے کے پاس جا کر کیا کرینگے؟ بھائی نے کہا کہ:۔ ملاقات کر لینے میں کیا حرج ہے۔ بھائی نے جب زیادہ اصرار کیا تو اُن کی ملاقات کا ارادہ کر لیا اور دہلی روانہ ہوئے۔ دہلی اس شان سے پہونچے، کہ مُنہ میں پان دبا ہوا تھا، کچھ پان رومال میں بندھے ہوئے تھے۔ جب خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ کے دولت خانہ کے قریب پہونچے تو ایک دہشت سی طاری ہوئی، اور بدن پسینہ پسینہ ہو گیا۔ تعجب ہوا، اور کہا کہ میں اس سے پہلے دوسرے مشائخ کے ہاں حاضر ہوا، لیکن یہ کیفیت کہیں نہیں ملی جب حضرت شیخ کے ہاں پہونچے اور شیخ کی اُن پر نظر پڑی تو فرمایا کہ:۔ مُنہ میں پان اور رومال میں بھی پان کے پتے، اور دعویٰ یہ کہ ہم بھی شیخ ہیں؟۔ یہ سُنتے ہی آپنے پان کو مُنہ سے نکال دیا، اور ایک رعب کی حالت میں مؤدب بیٹھ گئے، کچھ وقت گذر جانے کے بعد بیعت کی درخواست کی، خواجہؒ نے قبول فرمایا، اور داخلِ سلسلہ کر لیا، اور اجازت دے کر رخصت فرمایا۔[2]

[1] مناقب الاصفیاء ص۱۳۲ [2] ایضاً ص۱۳۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابِ دوم

ہندوستان میں سلسلۂ فردوسیہ اور اسکے مشائخ کبار

خواجہ نجم الدین کبریٰؒ

شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی صاحب عوارف المعارف وامام طریقہ سہروردیہ کے عم معظم اور شیخ طریقت خواجہ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۳ھ) کے خلفاء کبار میں سے ایک بزرگ ابو الجناب احمد ابن عمر مشہور بخواجہ نجم الدین کبریٰ[1] رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ خوارزم وطن تھا، تصوف وطریق میں آپ مرتبۂ عالی رکھتے تھے۔ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہرورد یؒ بھی روحانی رشتہ سے اپنا بڑا بھائی سمجھ کر اور اپنے مرشد کا جانشین وقائم مقام جان کر آپ کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے۔ عوارف المعارف (جو اپنے

[1] آپ کا لقب کبریٰ اس بناء پر ہوکہ اپنی طالب علمی کے زمانہ میں بحث ومناظرہ میں مقابل کو شکست دیتے تھے آپکا لقب الطامۃ الکبریٰ (بڑی آفت) پڑ گیا۔ کثرت استعمال سے الطامۃ محذوف ہوگیا، اور الکبریٰ رہ گیا۔
(خزینۃ الاصفیاء ص ۲۵۹)

مصنف کے زمانہ کے بعد سے لیکر اس وقت تک طالبین طریقت کا دستور العمل اور حرز جان ہے) جب تصنیف فرمائی تو شیخ نجم الدینؒ کی خدمت میں پیش کی، آپنے ملاحظہ فرمایا اور قبول عام اور بقائے دوام کی دعا فرمائی۔

حضرت شیخ نجم الدینؒ پر توحید وفنا اور عشق ومحبت الٰہی کی کیفیت کا غلبہ تھا۔ معارف وحقائق کے بیان میں پایۂ بلند رکھتے تھے۔ مناقب الاصفیاء میں ہے:-

سخن در توحید ومعرفت ودر قواعد طریقت وحقیقت بیان بدیع گفتے تصنیفات او بعربی وفارسی ونظم ونثر بسیار است از جملہ تصنیفات او تبصرہ ورسالہ در بیان طریق سلوک دریں زمین ہند مشہور است[1]۔	توحید ومعرفت اور طریقت وحقیقت کے اصول وقواعد کے بارے میں بڑی بلند باتیں، اور لطیف نکتے ارشاد فرماتے۔ عربی، فارسی اور نظم ونثر میں انکی تصنیفات بہت ہیں انھیں تصنیفات میں ایک کتاب تبصرہ اور ایک رسالہ طریق سلوک کے بیان میں ہندوستان میں مشہور ہے۔

صاحب مناقب الاصفیاء نے آپ کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں جن میں عشق وسرشاری کی عجیب کیفیت اور سوز وگداز اور محویت واستغراق کا عجب عالم نظر آتا ہے، یہاں صرف چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں، ایک غزل میں فرماتے ہیں:- ؎

در چنیں حیرت کہ من دارم چہ گویم وصف خویش
آتشم خاکم نسیم آب دریا چیستم؟
عاشقم دیوانہ ام اندر فراقم یا وصال
نیستم ہستم نہ، بر جایم نہ بے جا چیستم؟

[1] مناقب الاصفیاء ص ۹۵

www.KitaboSunnat.com

دریکے شبنم ہزاراں کوہ وصحرا ایں عجیب
شبنم یا ساحلم یا کوہ و دریا چیستم؟

بے نشانی شد نشان و بے زبانی شد زباں
بے نشان و بے زباں گویاں و بینا چیستم؟

دو سالم نجم خوارزمی ہمیں خوانند و من
والہ و مدہوش و حیراں نا جیم یا چیستم؟

دوسری غزل میں فرماتے ہیں۔ ؎

نہ از علوی خبر دارم نہ از سفلی اثر دارم ⁂ وطن جائے دگر دارم کہ ایں جانیست آنجانہ
نہ در گنج مناجاتم نہ در کوئے خراباتم ⁂ خلافِ عقل طاماتم کشیدہ رطل مستانہ
بیار آں جام جاں افزا برآز خاطرم سودا ⁂ بروں شو از من واز ما در آ اے یار فرزانہ
چوں آتش گرچہ چالاکم نہ از بادم نہ از خاکم ⁂ چوں آب از ایں و آں پاکم بگفتم سرِ مستانہ

الا اے نجم گر خواہی مسلم ماہ تا ماہی
بسوئے حضرتِ شاہی قدم بردار مردانہ

۱۰ ر جمادی الاول ۶۱۸ھ کو خوارزم میں تاتاریوں سے مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ خلفاء میں شیخ مجد الدین بغدادی (مصنف مرصاد العباد کے شیخ) شیخ سعد الدین حمویا، بابا کمال جنیدی، شیخ رضی الدین علی لالہ، شیخ سیف الدین باخرزی، شیخ نجم الدین رازی، شیخ جمال الدین ہیلی اور مولانا بہاء الدین خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مناقب الاصفیاء میں ہے کہ خواجہ فرید الدین عطار کو بھی آپ سے ارادت تھی[1]۔

---

[1] مناقب الاصفیاء ص ۹۹

ہندوستان میں اس سلسلہ کی آمد

آپ کا طریقہ طریقۂ کبرویہ کہلاتا ہے، یہ تمین طریقوں سے ہندوستان پہونچا۔ ایک امیر سید علی ابن الشہاب ہمدانی کشمیری (متوفی ۷۸۶ھ) کے ذریعہ جو شیخ شرف الدین محمود ابن عبداللہ المزدقانی کے خلیفہ تھے، اُن کو شیخ علاء الدین سمنانی سے اجازت تھی، اور وہ تین واسطوں سے خواجہ نجم الدین کبریٰؒ سے اجازت رکھتے ہیں۔ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ۷۷۴ھ یا ۷۸۱ھ میں کشمیر تشریف لائے اور اُن کی تبلیغ و مساعی جمیلہ سے کشمیر کی بیشتر آبادی مسلمان ہوئی[1]۔ یہ سلسلہ کبرویہ ہمدانیہ کشمیر میں گیارھویں صدی تک سرسبز رہا، اس سلسلہ کے ایک بڑے شیخ مولانا یعقوب صرفی کشمیری (متوفی ۱۰۰۳ھ) تھے، جو اپنے زمانہ میں حدیث و تفسیر کے ایک بڑے عالم علامہ ابن حجر ہیتمی مکی کے تلامذہ اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اساتذہ میں سے ہیں، یہ سلسلہ کشمیر میں ابھی تک زندہ اور موجود رہا ہے۔

طریقۂ کبرویہ کے ہندوستان پہونچنے کا دوسرا ذریعہ امیر کبیر شیخ الاسلام سید قطب الدین محمد مدنی (متوفی ۶۷۷ھ) تھے، جو خواجہ نجم الدین کبریٰؒ کے خلفاء میں تھے، آپ سلطان قطب الدین ایبک یا سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں ہندوستان آئے، اور عرصہ تک دہلی میں شیخ الاسلامی کے منصب پر فائز رہے، پھر کڑا (مانک پور) فتح کر کے وہیں قیام پذیر ہو گئے[2]۔ آپ کے بیک واسطہ خلیفہ شیخ علاء الدین جیوری (متوفی ۷۳۲ھ) تھے۔ ان کے سلسلہ میں بڑے بڑے مشائخ پیدا ہوئے۔ یہ سلسلہ سلسلۂ جنیدیہ کے نام سے دکن کے بعض مقامات میں اب بھی موجود ہے۔

---

[2] آپ کی نسل میں ہندوستان میں بڑے بڑے علماء و مشائخ و نجباء پیدا ہوئے، جن میں حضرت شاہ علم اللہ نقشبندی رائے بریلوی خلیفہ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت مولانا خواجہ احمد نصیر آبادیؒ مشہور ہیں۔ مولانا سید عبدالحئیؒ مصنف "نزہۃ الخواطر" کا اسی خاندان سے تعلق ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلۂ فردوسیہ ہندوستان میں

اسی سلسلہ کی ایک شاخ فردوسی کہلائی۔ حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ کے ایک جلیل القدر خلیفہ خواجہ سیف الدین باخرزیؒ تھے، اُن کے خلیفہ خواجہ بدرالدین سمرقندیؒ مشائخ فردوسیہ میں سب سے پہلے ہندوستان آئے[1]، اور یہاں قیام اختیار فرمایا، اور طریقۂ فردوسیہ کی بنیاد رکھی۔

خواجہ بدرالدین سمرقندیؒ

خواجہ بدرالدینؒ کے طریقہ کی خصوصیت فنا اور اضمحلال ترک ارادہ و اختیار و اخفار خوارق و کرامات ہے۔ اس وقت سلسلۂ چشتیہ کو ہندوستان میں قبولِ عام حاصل ہو رہا تھا، اور اُس طریقے کی بنیاد پڑ رہی تھی جس کی قسمت میں ہندوستان کا صاحبِ ولایت بننا تھا۔ حضرت

[1] اس وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں ایک روایت یہ ہے کہ حضرت نجم الدین کبریٰؒ کو خلافت دیتے وقت حضرت خواجہ ضیاء الدین ابوالنجیبؒ نے فرمایا تھا کہ: "شما مشائخ فردوس ہستید" لیکن حضرت شیخ رکن الدین فردوسی سے پہلے فردوسی کی نسبت نظر نہیں آتی، عام طور پر اس سلسلہ کے مشائخ اور ان کا سلسلہ کبرویہ کہلاتا ہے، اس لقب کی شہرت دراصل حضرت شیخ رکن الدین فردوسی کے زمانے سے ہوئی، اُس وقت سے اس سلسلہ کے مشائخ فردوسی کہلائے۔ صاحب مناقب الاصفیاء کے بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں :- خواجہ رکن الدین در ہند چناں برآمد کہ بعجم رسید شجرہ معظم پیرانِ اسکہ بنام آوردند پیران فردوس گفتند و پیوستگان ایں شجرہ را در ہند بنام اومی خوانند فردوسی می گویند کہ الالقاب تنزل من السماء ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ (مناقب الاصفیاء ص۱۲۵)

خواجہ رکن الدینؒ ہندوستان میں اس شان سے آئے کہ عرب و عجم میں اُنکا فیض پہنچا۔ اپنے پیران طریقت کے شجرہ کا سلسلہ جاری کیا اور وہ مشائخ فردوسی کے نام سے مشہور ہوئے اس شجرہ کے وابستگان ہندوستان میں اپنے سلسلہ کو اسی نام سے پکارتے ہیں اور فردوسی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ پُرانا مقولہ ہے کہ نام آسمان سے اُترتے ہیں یہ اللہ کا فضل خاص ہے جس کو چاہے دے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا آفتاب ارشاد نصف النہار پر تھا۔ خواجہ بدرالدین سمرقندیؒ کو ایسے ہی زمانہ اور ایسے ہی ماحول میں ایک ایسے طریقے کی بُنیاد رکھنے کا کام کرنا پڑا جس کے اندر عام کشش و رجوع عام کا سامان کم تھا، اور جس کے مشائخ اخفاءِ حال کو اظہارِ حال پر ذوقاً ترجیح دیتے تھے۔ صاحب مناقب الاصفیاء جو خود فردوسی ہیں لکھتے ہیں :-

طریقہ شطار و محبانِ حق داشت بزبانِ حال ہمیشہ گفتے طلب علوم دین لازم گیرید بداں عمل کنید و عمل را خالص برائے خدا گردانید کہ علم بے عمل سود نہ دارد و عمل بے اخلاص ثمرہ ندارد و طالب کرامت مباشید: استقامت در عبادت کرم بجوئید کہ الاستقامۃ کل الکرامۃ تا مکاشف بتقین شوید و بُنیاد بنا قواعد طریقت در ہند اصول رازو دراز متابعان او شد بیش ازاں عوام و خواص الا من شاء اللہ شیخی مرا بنا بر اظہار خوارق عادت و کرامت کردہ بودند معلوم است در عہد خواجہ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ در ہند بسیار محققان اہل طریقت بودند چنانچہ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا و شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریٰ شیخ الاسلام دہلیؒ

ان کا طریقہ شطاریہ عشقیہ تھا، ہمیشہ زبان حال سے فرماتے رہے، طلب علوم دینیہ کو لازم سمجھو اور ان پر عمل کرو، اور عمل کو خالصۃً لوجہ اللہ رکھو کہ علم بے عمل غیر مفید اور عمل بے اخلاص بے ثمر ہے اور کرامت کے طالب نہ رہو، بندگی میں استقامت اصل کرامت ہے تاکہ تم صاحب مکاشفات یقینی ہو جاؤ۔ ہندوستان میں طریقۂ فردوسیہ کے اصول و قواعد کی بُنیاد خواجہ بدرالدین سمرقندیؒ اور اُنکے پیروؤں کے ہاتھوں سے پڑی، اس سے پہلے عوام و خواص الا من شاء اللہ اظہارِ خوارق و کرامت کی بنیاد پر پیری مریدی کرتے تھے، معلوم ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیارؒ کے زمانہ میں ہندوستان میں بہت سے محققین اہلِ طریقت تھے جیسے شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا، شیخ الاسلام شیخ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وشیخ الاسلام خواجہ بدرالدین سمرقندی صاحب ایں ذکر وشیخ الاسلام شیخ معین الدین سنجری پیر خواجہ قطب الدین مذکور رحمۃ اللہ علیہم اجمعین امارجوع خلق عام وخواص الا من شاء چنانچہ بر خواجہ قطب الدین بختیار بود برہیچ کے ازیں بزرگوار نبود وایں ازاں سبب بود کہ خوارق عادت وکرامت از خواجہ قطب الدین بسیار بود۔

نجم الدین صغریٰ (جو دہلی کے شیخ الاسلام تھے) شیخ الاسلام خواجہ بدرالدین سمرقندی شیخ الاسلام شیخ معین الدین سنجری جو خواجہ قطب الدین بختیار کے پیر تھے، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان سب بزرگوں پر ہوں لیکن عوام وخواص کا جو رجوع عام خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی طرف تھا وہ ان بزرگوں میں سے کسی بزرگ کی طرف نہیں تھا اس کا سبب یہی تھا کہ خوارق عادات اور کرامات کا صدور حضرت خواجہ قطب الدین سے بہت ہوتا تھا۔

صاحب مناقب الاصفیاء مزید ان کا مذاق ومزاج اور ان کے طریق کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :—

خواجہ بدرالدین سمرقندی از روش مشائخ ہند ممتاز بود۔ مشائخ ہند اکثر ارباب معاملہ بودند وبعضے اصحاب ریاضت ومجاہدات بودند وخواجہ بدرالدین سمرقندی طریق شطار محبان حق داشت ... ... نبا طریق شطار بر موت ارادیست، سالکان ایں راہ مخاطب بقول موتوا قبل

خواجہ بدرالدین سمرقندی کی روش دوسرے مشائخ ہندوستان کی روش سے الگ تھی، مشائخ ہندوستان اکثر ارباب معاملہ تھے، اور بعضے صاحب ریاضت ومجاہدات، خواجہ بدرالدین سمرقندی کا طریقہ طریقۂ شطاریہ عشقیہ تھا ... ... اس طریقہ کا دارومدار اختیاری فنا پر، اور اس طریق کے سالکین کا عمل موتوا قبل

ان تموتوا اند۔ سائران الی اللہ وطائران الی الحق اند اول قدم بر جان نہند خوانان ونظر نیاز جان در بازند وشیر مردے باید کہ دریں راہ قدم نہد وخود را بعدم در دہد[1]۔

ان تموتوا پر ہے۔ یہ راہ خداوندی کے رہ نورد اور فضائے روحانیت کے شہباز اور طائران تیز پرواز ہیں پہلے ہی قدم پر علائق سے گذر جاتے ہیں اور جان پر کھیل جاتے ہیں۔ بڑا شیر مرد چاہئے جو اس راہ میں قدم رکھے اور اپنے کو فانی بنائے

خواجہ بدرالدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سماع اور صاحب وجد وحال تھے۔ آپ نے غالباً ساتویں صدی کے آخر میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے عہد میں وفات پائی۔ سنہ وفات کسی تذکرہ میں نہیں مل سکا[2]۔

خواجہ رکن الدین فردوسی

خواجہ بدرالدین سمرقندی کے خلیفۂ خاص خواجہ رکن الدین فردوسی تھے صاحب مناقب الاصفیاء کے بیان کے مطابق انھوں نے بچپن اپنے شیخ کے دامن تربیت میں پرورش پائی تھی، انھیں سے علم ظاہر اور طریقت کی تعلیم حاصل کی اور ان سے خلافت حاصل کرکے اُن کے جانشین ہوئے انھیں کے زمانہ سے یہ سلسلہ فردوسیہ کہلایا۔ جیساکہ فردوسی لکھتے ہیں :— ؎

گشت از فضل خداوند جواد فردوسی
گشتم از یمن طفیلش من دلو فردوسی

شیخ رکن الدین فردوسی بھی صاحب وجد وحال تھے اُن کا بھی انتقال ساتویں صدی کے اخیر میں حضرت

---

[1] مناقب الاصفیاء ص [illegible]

[2] خزینۃ الاصفیاء میں سنہ وفات [illegible] دیا گیا ہے۔ بمصنف نزہۃ الخواطر کی تحقیق کے مطابق یہ لائق اعتماد نہیں انکی وفات اس سے پیشتر ساتویں صدی ہی میں ہو گئی تھی۔ (نزہۃ الخواطر ۱۴۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے عہد میں ہوا۔[1]

خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ

خواجہ نجیب الدین فردوسی شیخ عماد الدین دہلوی کے صاحبزادے اور خواجہ رکن الدین فردوسی کے برادرزادہ اور خلیفہ ہیں۔ زندگی بھر اپنے شیخ اور عم نامدار کی خدمت میں رہے، پھر ان کی وفات کے بعد ان کے سجادہ کو آباد رکھا اور سلسلۂ فردوسیہ کی اشاعت اور استحکام اور توحید و عشق الٰہی کی تبلیغ و اشاعتِ عام کے لئے ایک ایسے محقق مجتہد الفن امام اور بانی طریقہ کی تربیت کی جس نے نہ صرف ان کے پیران عظام کے نام کو زندہ اور تابندہ رکھا بلکہ نصف صدی سے زائد تک مشرقی ہندوستان کو اپنے روحانی فیض اور حرارتِ عشق سے گرم و معمور رکھا، اور اپنی تحقیقات عالیہ، مقامات علیہ اور علوم نادرہ کی بنا پر عین القضاۃ ہمدانیؒ، خواجہ فرید الدین عطارؒ اور مولانا جلال الدین رومیؒ کی یاد تازہ کر دی۔ صاحب مناقب الاصفیا اُن کے متعلق لکھتے ہیں:-

اختیار گم نامی داشت از شہرت و اسباب شہرت بری بود، اولیائی تحت قبائی در شان او مسلم بود ...... مریدان اہل معنی داشت، مولانا عالم اندپتی[1] جامع فتاوی تتارخانی یکے از مریدان وے بود، نظمہائے بامعنی از مناقب خواجہ نجیب الدین فردوسی ہمہ مستور بود رحمۃ اللہ علیہ[2]

گمنامی کو اپنے لئے پسند فرمایا تھا، شہرت اور اسباب شہرت سے بری تھے، اولیائی تحت قبائی (اولیاء اللہ خلق کی نگاہ سے ایسے مستور ہوتے ہیں کہ سوائے خدا کے کسی کو انکی خبر نہیں ہوتی) اُن کی شان تھی، اُنکے مریدین میں بڑے بڑے عارف اور محقق تھے، مولانا عالم اندپتی فتاوی تاتارخانی کے مؤلف اُنکے مرید تھے، بڑی عارفانہ نظمیں اُنکے قلم سے نکلی ہیں، خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ کے تمام کمالات پردۂ خفا میں تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

[1] خزینۃ الاصفیا کی تاریخ ۷۲۴ھ صحیح نہیں ہے اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان کے خلیفہ شیخ نجیب الدین فردوسی کا سنہ وفات بالاتفاق ۶۹۱ھ ہے اور یہ بات خلاف قیاس ہے کہ وہ اپنے خلیفہ و جانشین کے بعد ۳۳ سال تک زندہ رہے ہوں اور حضرت شیخ شرف الدین احمدؒ نے ان کو چھوڑ کر ان کے خلیفہ سے بیعت کی ہو اسلئے صاحب نزہۃ الخواطر کا یہ بیان صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انتقال ساتویں صدی کے اخیر میں ہو

[1] اس سے مراد مولانا فرید الدین عالم ابن العلا حنفی اندرپتی ہیں، فتاوی تاتارخانیہ ۷۷۷ھ میں تصنیف کر کے اپنے دوست امیر کبیر تاتارخاں کے نام سے موسوم کیا، فیروز شاہ کی خواہش تھی کہ اس کے نام سے موسوم ہو، مگر اس کو قبول نہیں کیا۔ وفات غالباً ۷۸۶ھ میں ہوئی۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر (جلد ثانی)۔

[2] مناقب الاصفیا ص ۱۲۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

مجاہدہ و خلوت، قیام و سکونت

اور

ارشاد و تربیت

دہلی سے واپسی

مناقب الاصفیاء میں ہے کہ خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ نے بیعت کرنے کے بعد تحریری اجازت نامہ بھی حوالہ کیا۔ شیخ شرف الدین نے عرض کیا کہ مجھے تو ابھی خدمت والا میں کچھ روز رہنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا، اور میں نے سلوک کی تعلیم بھی ابھی جناب سے حاصل نہیں کی، میں اس اہم ذمہ داری اور نازک کام سے کیسے عہدہ برآ ہو سکوں گا؟ خواجہ نجیب الدین نے اُن کو اطمینان دلایا کہ یہ معاملہ اشارۂ غیبی سے ہوا ہے اور ان کی تربیت نبوت کی طرف سے ہوگی۔ اسکے بعد اُن کو رخصت فرمایا اور کہا کہ:-

جب راستہ میں کوئی خبر سننے میں آئے تو واپس نہ ہوں[۱]

چنانچہ ایک ہی دو منزل طے کی تھی کہ حضرت خواجہ صاحب کی وفات کی اطلاع ملی، آپ نے حسب وصیت

سفر جاری رکھا، اور منیر کی طرف روانہ ہوئے[۱]

شورشِ عشق

آپ خواجہ نجیب الدینؒ سے رخصت ہوئے تو دل پر ایک چوٹ سی تھی، عشق الٰہی کی حرارت رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی۔ فرماتے ہیں:-

کن چوں کو خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ پیوستم	میں جب خواجہ نجیب الدین فردوسی سے ملا
حزنے در دل من نہادہ شد کہ ہر روز آں	ایک حزن اور درد میرے دل میں بیٹھ گیا جو
حزن زیادہ می شد[۲]	دن بدن بڑھتا ہی جاتا رہا۔

جب آپ بہیاؔ پہنچے[۳] اور مور کی جھنکار سُنی تو دل میں ایک ہوک اٹھی اور صبر و ضبط کا یارا نہ رہا، گریباں چاک کر جنگل کی راہ لی اور روپوش ہو گئے۔ بھائیوں اور سفر کے ساتھیوں نے بہت تلاش کیا کچھ سُراغ نہ ملا آخر اجازت نامہ اور خواجہ نجیب الدینؒ کے تبرکات لے کر واپس آ گئے، اور یہ سب چیزیں والدہ صاحبہ کے حوالہ کیں[۴]

راجگیر کے جنگل میں

منقول ہے کہ آپ بارہ برس تک بہیا کے جنگل میں رہے کسی کو خبر نہ ہوئی، اسکے بعد آپ کو راجگیر[۵] کے جنگل میں بھی دیکھا گیا لیکن کسی کو ملاقات کی

[۱] مناقب الاصفیاء صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳
[۲] " " صفحہ ۱۳۳
[۳] بہیا منیر سے تقریباً تیس میل مغرب ضلع شاہ آباد (آرہ) میں ہے۔ اس وقت ای۔ آئی۔ ریلوے کا اسٹیشن ہے
[۴] مناقب الاصفیاء صفحہ ۱۳۳
[۵] ڈسٹرکٹ گزیٹیر میں لکھا ہے: راجگیر کے پہاڑ دو قطار متوازی الخط کی صورت میں جنوبی و مغربی سمت کو چلے گئے ہیں جن کے درمیان ایک تنگ وادی ہے جس کو جگہ جگہ نالے اور درے قطع کرتے ہیں۔ یہ پہاڑ جو کسی جگہ ہزار فٹ سے زیادہ بلند نہیں ہیں عظیم الشان چٹانوں سے مرکب، اور گھنی گھنی جھاڑیوں سے مزین ہیں اور ایک خاص قدیمی (بقیہ صفحہ ۱۹۸ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوبت نہ آئی، یہ پہاڑ اور جنگل ہر فرقہ اور وقت کے مرتاضوں لوگوں کا گوشۂ عزلت رہا ہے، گوتم بدھ نے بھی برسوں یہاں بیٹھ کر دھیان جمایا، جس وقت مخدوم صاحبؒ یہاں مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول تھے اُس وقت یہاں ہندو جوگی بھی جا بجا خلوت نشین تھے۔ کتابوں میں ان ہندو جوگیوں کے ساتھ آپ کے متعدد مکالمے منقول ہیں۔ دامن کوہ میں ایک گرم جھرنے سے متصل آپ کا حجرہ اب بھی موجود ہے، اور "مخدوم کنڈ" کے نام سے بھی ایک جھرنا مشہور ہے۔

یہ بارہ برس کا عرصہ ریاضات و مجاہدات، خلوت و مراقبہ، تحیر و سرگشتگی اور بے خودی اور سرمستی میں گذرا، جنگل کی پتیاں غذا کا کام دیتی تھیں، اس زمانہ کی ریاضتوں کے متعلق ذکر کرتے ہوئے آپ نے ایک مرتبہ اپنے مرید قاضی زاہد سے فرمایا کہ:۔ "میں نے جو ریاضتیں کی ہیں، اگر پہاڑ کرتا تو پانی ہو جاتا، لیکن شرف الدین کچھ نہ ہوا۔" آپ کے بیان کئے ہوئے ایک واقعہ اور انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان ریاضتوں اور محنت شاقہ پر زیادہ مطمئن نہیں تھے۔ غسل کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں آپ نے عزیمت کے خلاف سمجھتے ہوئے شریعت کی دی ہوئی رخصت پر عمل نہیں کیا تھا، سخت سردی میں ٹھنڈے پانی میں غسل کرنے کی وجہ سے بیہوش ہو گئے۔ فرمایا کہ:۔ (اس بلا ضرورت مشقت) کا خلعت یہ ملا کہ اُس دن فجر کی نماز

(۱) کا بقیہ حاشیہ: دیسی رکھتے ہیں کیونکہ اُن پر اکثر مذہب بودھ کے آثار قدیمہ ملتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جنرل کننگھم لکھتے ہیں کہ: چینی سیاح ہیوین سیانگ (HIVEN TSIANG) نے جو کپوٹیکا (KAPOTICA) پہاڑی کا ذکر کیا ہے وہ یہی ہے، گرم جھرنے یہاں بہت ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ڈاکٹر بکینن ہملٹن (BUCHANEN HEMILTON) کہتے ہیں کہ:۔ یہ راجگیر وہی راج گریہا ہے جو بودھ گوتما کا مسکن تھا اور قدیمی مگدھ کا پایۂ تخت تھا، یہ نا راجگیر دو ثلث مربع میل پر پُرانے شہر سے واقع ہے۔

(سیرۃ الشرف باختصار ص۶۵ و ص۶۶)

قضا ہو گئی[۱]

بہار کی سکونت اور خانقاہ کی تعمیر

اسی زمانہ میں حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کے ایک خلیفہ اور انہی کے ہمنام مولانا نظام الدین بہار میں رہتے تھے جو مولانا نظام مولیٰ کے نام سے مشہور تھے، اُن کو جب یہ معلوم ہوا کہ بعض لوگ راجگیر کے جنگل میں گئے اور مخدوم صاحبؒ سے اُن کی ملاقات ہوئی، تو اُن کو بھی ملاقات کا شوق ہوا، انھوں نے اور ان کے بعض بعض معتقدین نے جا کر ملاقات کی، وہ وقتاً فوقتاً جنگل میں جا کر مخدوم صاحبؒ سے ملتے۔ مخدوم صاحبؒ نے ان کی طلب صادق اور اخلاص دیکھا تو فرمایا کہ:۔ "یہ جنگل خطرناک ہے، مجھے تمہارے آنے سے فکر پیدا ہوتی ہے، تم لوگ شہر ہی میں رہو، میں جمعہ کے دن شہر آجایا کروں گا اور جامع مسجد میں ملاقات ہو جایا کرے گی۔" لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی۔ مخدوم صاحب جمعہ کے دن تشریف لاتے اور ایک گھڑی مولانا نظام الدین اور اُن کے دوسرے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر جنگل کو واپس چلے جاتے تھے۔ ایک مدت اس طرح گزر گئی تو اُن معتقدین نے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی ایسی جگہ بنائی جانے جہاں آپ جمعہ کی نماز پڑھ کر کچھ دیر استراحت فرمایا کریں۔ چنانچہ بیرون شہر جہاں آج آپ کی خانقاہ واقع ہے انھوں نے دو چھپر ڈال دیئے، جب آپ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوتے، اس جگہ دوستوں کے ساتھ نشست فرماتے، اور کبھی ایک دو روز ٹھہر بھی جاتے۔ اسکے بعد مولانا نظام الدین نے مجد الملک صوبہ دار بہار سے اجازت لیکر اپنے مال مزکّیٰ میں سے ایک پختہ عمارت بنوا دی، جب وہ عمارت تیار ہوئی تو وہاں آپ نے ایک دعوت کی جس میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے متوسلین شریک ہوئے، اور انھوں نے مخدوم صاحبؒ سے سجادہ پر بیٹھنے کی درخواست کی، آپ نے سجادہ کو زینت بخشی، اور مولانا نظام الدین اور حضرت خواجہؒ کے مریدین کی طرف

[۱] سیرۃ الشرف ص۴۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخاطب کرکے فرمایا کہ :۔

دوستو! تمہاری نشست و برخاست نے مجھے اس بت خانہ میں بٹھایا ہے[1]

یہ واقعہ سنہ ۷۲۱ھ اور سنہ ۷۲۴ھ کے درمیان پیش آیا[2]۔ یہ سلطان غیاث الدین تغلق کا عہد حکومت ہے۔

سنہ ۷۲۵ھ میں سلطان محمد تغلق اپنے والد کا جانشین اور سریر آرائے سلطنت ہوا، سلطان کو مشائخ و صوفیا اور اہل قلوب کو گوشۂ عزلت سے باہر لانے اور نمایاں طریقے پر خلق خدا کی خدمت و رہنمائی پر آمادہ کرنے کا بڑا شوق تھا، اور اس میں وہ بڑا ساعی و بجد رہا کرتا تھا۔ اسی نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفۂ ارشد حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کو لشکر شاہی کی معیت پر مجبور کیا۔ حضرت خواجہؒ کے دوسرے خلفاء مولانا فخر الدین زرادیؒ و مولانا شمس الدین یحییٰؒ وغیرہ کو منبروں پر چڑھ کر تقریر کرنے اور جہاد کی ترغیب دینے پر مجبور کیا۔ شیخ قطب الدین منور ہانسویؒ کو ان کے گوشۂ خلوت سے نکال کر دہلی طلب کیا[3]، جب اس کو پرچہ نویسوں کے ذریعہ یہ اطلاع ملی کہ مخدوم صاحبؒ سالہا سال جنگل میں رہنے اور خلائق سے انقطاع رکھنے کے بعد شہر میں تشریف لے آئے ہیں اور لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگے ہیں تو اس نے مجد الملک صوبہ دار بہار کے نام فرمان لکھا کہ شیخ کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کی جائے، اور پرگنہ راجگیر فقراء و خانقاہ کے خرچ کیلئے ان کے حوالہ کیا جائے، اور اگر وہ قبول نہ کریں تو زبردستی قبول کرایا جائے، اسی کے ساتھ ایک مصلائے بلغاری

[1] مناقب الاصفیاء، ص ۱۳۴

[2] مولوی سید ضمیر الدین احمد مصنف سیرۃ الشرف نے بہت سے قرائن اور دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ مخدوم صاحبؒ کی سکونت پذیری کا زمانہ ما بین سنین ۷۲۱ھ اور ۷۲۴ھ کے تھا۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سیرۃ الشرف ص ۸۳)

[3] تفصیل اسی کتاب میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے تذکرہ کے باب ششم میں گذر چکی ہے۔ ۱۲

خدمت میں بھیجا۔

جب یہ فرمان شاہی مجد الملک کو پہونچا، تو وہ حضرت مخدومؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ بادشاہ نے جو کچھ لکھا ہے میری کیا مجال کہ میں اس کی تعمیل نہ کروں، لیکن اگر آپ اس کو قبول نہ فرمائیں گے تو اس کو میری حکم عدولی اور کوتاہی پر محمول کیا جائے گا، اور بادشاہ کا طرز عمل سب کو معلوم ہے، خدا جانے میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ مخدوم صاحبؒ نے جب مجد الملک کی مجبوری کو ملاحظہ فرمایا اور اس کا اصرار دیکھا، تو بادل ناخواستہ اس کو قبول فرمایا، لیکن سلطان کی وفات کے بعد جب سلطان فیروز شاہ تغلق تخت نشین ہوا، تو آپ نے جاگیر سے قطع تعلق فرمایا[1]۔ خانقاہ کی تعمیر شروع ہوئی، اور تھوڑے دنوں میں بن کر تیار ہو گئی۔

سیرۃ الشرف میں ہے :۔

"خانقاہ کی تعمیر شروع ہوئی، اور تھوڑے دنوں میں بن کر تیار ہو گئی۔ مجد الملک نے تمام لنگرداروں اور ارباب تصوف اور مریدان شیخ نظام الدینؒ کی دعوت کی، شروع مجلس سے آخر تک جماعت خانہ کے صحن میں سماع ہوتا رہا، ایک مقام علیحدہ جس میں ایک حجرہ اور ایک رواق تھا، مخدوم کیلئے درست کیا گیا تھا، اور وہی مصلائے بلغاری جو بادشاہ نے بھیجا تھا وہاں بچھایا گیا، مخدومؒ اس پر متمکن ہوئے، ایک مسافر درویش جو مجلس میں حاضر تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر مخدوم کے حجرہ میں آیا، مخدوم اس کی جانب مخاطب ہوئے، اور آپ نے فرمایا کہ :۔ یہ منزل اور مقام تمہارا ہے، میں تو مجد الملک کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں کہ اطاعت اولی الامر سے چارہ نہیں ہے اور یہاں جو کچھ ہے فقیروں پر صدقہ ہے، میں تو اسلام ہی کے لائق نہیں، چہ جائیکہ مصلیٰ کے لائق ہوتا۔"

[1] مناقب الاصفیاء ص ۱۳۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس فقیر نے کہا :-

"مخدوم! تم کو خانقاہ اور مصلّٰی کی وجہ سے کون پہچانتا ہے، تم کو جو پہچانتا ہے حق کی وجہ سے پہچانتا ہے، ہم لوگ یہاں صرف آپ کی قوتِ باطن اور آپ کے طفیل سے آئے ہیں یہاں آپ کی برکت سے اسلام ظاہر ہوگا اور قوت پکڑے گا۔"

مخدوم نے فرمایا کہ :-

"جو فقراء کی زبان سے نکلتا ہے وہی ہوتا ہے" اور یہ مصرع پڑھا۔ ع

"آں را کہ خود سلطان بود او ہرچہ گوید آں بود"

افادہ و ارشاد کم سے کم ۷۲۳ھ سے لیکر ۷۸۲ھ (جس میں آپ کی وفات ہوئی) تک نصف صدی سے زائد کا زمانہ خلق خدا کی ہدایت و ارشاد اور طالبین کی تعلیم و تربیت میں گزرا، شیخ حسین معز شمس بلخی کے بقول اس عرصہ میں ایک لاکھ سے زائد انسان آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، جن میں سے بعض اقوال کے مطابق کم سے کم تین سو آدمی عارف کامل اور واصل بحق ہوئے۔ متعدد ہندو فقیروں اور مرتاض جوگیوں کے قبول اسلام اور آپ کے ہاتھوں تکمیل و تحقیق تک پہونچنے کے واقعات بھی نقل کئے گئے ہیں۔

ارشاد و تربیت کا بہت بڑا ذریعہ اور مرکز آپ کی وہ مجلسیں تھیں جن میں مشائخ کے دستور کے مطابق ہر طبقہ کے آدمی کو حاضر ہونے اور استفادہ کرنے کی اجازت تھی، اہل عقیدت اور اہلِ طلب ان مجالس میں شریک ہوتے، جن لوگوں کو کوئی بات دریافت کرنی ہوتی وہ دریافت کرتے اور جواب شافی پاتے۔ ان مجالس کا کوئی مستقل و متعین موضوع اور ان کی گفتگو کوئی مسلسل درس کی حیثیت نہیں رکھتی تھی، جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں ڈالتا ارشاد فرماتے، یا کسی بات کے فرمانے کی کوئی مناسب تقریب یا تحریک پیدا ہوتی تو حسب حال کچھ فرماتے۔ یہ مجالس بڑے گہرے معارف و حقائق اور تصوف کے

دقیق نکات و لطائف پر مشتمل ہوتی تھیں۔ زین بدر عربی جو آپ کے ملفوظات کے جامع ہیں "معدن المعانی" کے خطبہ میں لکھتے ہیں کہ :-

"در ہر مجلسے و محلے البتہ از طالبان صادق و مریدان واثق و بندگان موافق کہ حاضر بودند ہر کسے در خورد حال و کار خود ایراد سوالے از طریقت والتماس بیان از شریعت و درخواست اشارتے از حقیقت و طلب اظہار رموز معرفت عرض می داشتند، بندگی مخدوم نامور و شیخ دین پرور در مقابلۂ سوال سائل جواب شافی و بیان کافی بعبارات دلپذیر و اشارات بے نظیر ارزانی می داشت، از ہر عبارتے صد معانی غیبی مستفاد و از ہر اشارتے ہزار لطیفہ لاریبی مراد، از ہر معنی مفہومات بے نہایت، و از ہر لطیفہ ادراکات بے غایت، از ہر مفہومے حالات بے شمار و از ہر ادراکے مقامات بسیار، از ہر حالتے ذوقے کہ آں رامیزان بیان نہ سنجد و از ہر مقامے خبرے کہ در جہاں نشان نگنجد۔"

ہر مجلس اور ہر موقع پر طالب صادق اور مریدین راسخ الاعتقاد اور حاضرین مجلس جو مناسبت رکھتے تھے وہ طریقت کے بارے میں کوئی سوال یا شریعت کی کسی تعلیم کی وضاحت کی درخواست کرتے اور معرفت کے اسرار و رموز سُننا چاہتے تھے حضرت مخدوم ہر سائل کو جواب شافی مرحمت فرماتے اور بڑے دلپذیر طریقے پر اُس کی تشفی کرتے، آپ کے ارشادات بڑے بڑے لطیف نکات اور بڑے قیمتی فوائد و لطائف پر مشتمل ہوتے، اور ہر سائل اور سوال کے حسب حال ایسی تقریر فرماتے کہ اس سے ایسا ذوق پیدا ہوتا جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا اور ایسے مقامات کا پتہ چلتا جن کی اس محدود عالم محسوسات میں گنجائش نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطعہ

نشان ایں نتواں دید جز بدیدۂ پاک ❊ کہ آفتاب شناسی بہ بے بصر نہ رسد
بہ بیں وگرنہ ملامت بہ دیدگان نہ ازاں کہ ❊ زبانِ تپ زدہ را طعنہ بر شکر نہ رسد

بعض مرتبہ دینیات یا تصوف کی کتاب بھی مجلس میں پڑھی جاتی، مخدوم ایک ایک مسئلہ کی تشریح فرماتے، فقہ، اصول حدیث، تفسیر، تصوف، سب پر گفتگو ہوتی، اہل مجلس بالخصوص اہل علم استفادہ کرتے۔

ارشاد و تربیت کا دوسرا ذریعہ (خصوصاً ان لوگوں کیلئے جو کسی اور مقام پر ہوتے) آپکے مکتوبات تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے علاوہ (جن کے مکتوبات ایک زندۂ جاوید کارنامہ اور علوم و معارف کا بیش بہا خزانہ ہیں) شاید کسی نے اپنے قلم اور زورِ تحریر سے اور خطوط و مکتوبات کے ذریعہ اتنا عظیم الشان انقلاب انگیز اور دیرپا وسیع اصلاح و تربیت کا کام نہیں لیا، جیسا آپ نے نہ صرف تصوف کے ذخیرہ میں بلکہ علوم و معارف، نکات و لطائف کے عالمگیر ذخیرے میں مکتوبات کا یہ مجموعہ خاص امتیاز رکھتا ہے، اور اپنی تاثیر، ادب و انشاء کی قوت، برجستگی اور زندگی کے لحاظ سے پورے فارسی ادبیات میں کم کتابیں اس پایہ کی ہوں گی۔ ان مکتوبات نے حضرت مخدومؒ کے زمانہ میں بھی اصلاح و تربیت کی بہت بڑی خدمت انجام دی، اور ان خوش قسمت افراد کے علاوہ بھی جن کے نام اصالتاً یہ خطوط لکھے گئے تھے صدہا اشخاص نے ان سے شیخ کامل و محقق کے انفاس و توجہات کا فائدہ اٹھایا۔ حضرت مخدومؒ کی وفات کے بعد ہر صدی میں ہزاروں انسانوں نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ خانقاہوں میں ان کا درس دیا گیا، اور شیوخ کبار نے ان کی تشریح و تقریر کی، اور صدیاں گذر جانے کے بعد آج بھی ان میں وہی تاثیر و زندگی موجود ہے کہ معلوم ہوتا ہے لکھنے والے نے ابھی لکھا ہے، اور ان کے الفاظ تیر و نشتر کی طرح دل کے پار ہو جاتے ہیں۔

بابِ چہارم

صفات و خصوصیات

فنائیت

آپ کی سب سے نمایاں صفت جو آپ کا مزاج و مذاق بن گئی تھی، اور جس کے بارے میں آپ بالکل بے اختیار تھے، وہ صفت نیستی اور فنائیت ہے جو مجاہدہ و ریاضت کے اعلیٰ ترین ثمرات اور سالک طریق کے بلند ترین کمالات میں سے ہے۔ آپکے مکتوبات کے لفظ لفظ اور آپکے ارشادات کے حرف حرف سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا تھا:-

"آخر ما جیب تمنا تہی"

سلسلۂ کبرویہ کے مشائخ کا یہ شعار خاص اور امام طریقہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کی یہ میراث تھی جس کے آپ پورے طور پر وارث ہوئے۔

مناقب الاصفیاء میں ہے کہ ایک موقع پر مشائخِ عصر جمع تھے، ہر ایک نے اپنی اپنی تمنا کا اظہار کیا۔ جب آپ کی باری آئی تو فرمایا کہ:-

"آرزوئے من آنست کہ نام من ❊ نہ دریں جہاں باشد و نہ
میری آرزو یہ ہے کہ نہ اس دنیا میں ❊ میرا نام و نشان رہے، نہ

www.KitaboSunnat.com

دراں جہاں[1]"	اُس دُنیا میں۔

اس فنائیت وبے نفسی کا اظہار آپ کے اس جملے سے ہوتا ہے :۔۔۔

"ہمہ تلبیس شیطان ماندہ ام نہ از خود خبرے نہ از اسلام اثرے"۔

ایک مکتوب میں اپنے حالِ زار پر نوحہ و ماتم کی ضرورت وفضیلت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ سراسر اپنا حال اور اپنی کیفیت کا اظہار ہے۔ فرماتے ہیں :۔۔۔

"گفتہ عارفانست کہ حقا ثم حقا کہ ہیچ آوازے نزدیک خدائے تعالیٰ محبوب تراز آواز نوحہ کردن بر خویشتن نیست پس امروز شاید کہ صدیقان ایں راہ وخداوندان دیں نوحہ گری از خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ بیاموزند اے برادر ہر کہ اورا در ہر لحظتی بر خویشتن ماتم ونوحہ گری نیست بطالے است پراز غفلت بقیامت مردار یست پراز حسرت، ایں چہ طمعہا فاسد است کہ امروز ہر کسے را افتادہ است: جاہ وحشمت ونفاذ امر ونہی می باید، وعزّ وناز دُنیا می باید، وعزّت	عارفین کا قول ہے کہ خدا کی قسم، پھر خدا کی قسم! خداوند تعالیٰ کو اپنے آپ پر رونے کی آواز سے زیادہ کوئی آواز پیاری نہیں ہے، پس چاہیے کہ آج اس راہ کے صدیق اور دین کے پیشوا ماتم کرنی خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے سیکھیں۔ اے بھائی! جو کوئی ہر لحظہ اپنے آپ پر ماتم او آہ وفغاں نہیں کرتا، وہ ایک مدعی ہے جو قیامت سے غافل ہے اور ایک مردار ہے جس کا دل حسرتوں سے بھرا ہوا ہے، یہ کیا جھوٹی خواہشات ہیں کہ آج ہر سر میں ان کا سودا ہے، ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ دنیاوی جاہ وجلال ہونا چاہیے، اور ہمارے احکام کے امر ونہی کا نفاذ ہونا چاہیے اور دنیا کی ناز ونعمت

وتماشائے علی الدوام می باید وبایں ہمہ آشنائی با حضرت خداوند می باید"	ہونی چاہیے اور عزت اور اس کا ہمیشہ اظہار ہونا چاہیے اور پھر اس سب کے ساتھ خداوند تعالیٰ کیساتھ

آشنائی بھی ہونی چاہیے، خدا کی قسم یہ ناممکن ہے۔

رُباعی

جاں بازکہ وصل او بدستاں ندہند ؛ شیر از قدح شرع بمستاں ندہند

آں جاکہ ہم می ہمہ مرداں نوشتند ؛ یک جرعہ ازاں بخود پرستاں ندہند[1]

ایک دوسرے مکتوب میں جس میں خود شکنی اور نفس دشمنی کی نصیحت فرمائی ہے، وہ سراسر اپنا حال اور اپنی تصویر ہے، اور یقیناً یہ مکتوب اس مرتبۂ کمال پر پہونچنے کے بعد لکھا گیا ہے کہ مردانِ خدا اور کاملینِ طریق خود کسی مقام پر پہونچے بغیر اس مقام کی دعوت کو نفاق اور لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کا مصداق سمجھتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

"چوں حلقہ بر در زنی وبر در آئی خاک اخاک باید بود واز ہمہ دعویٰ پاک باید بود، اگر ہزار تاج ملکانہ بر سر نہی چہرہ گدائی ورنگ بے نوائی کہ خاک را اصلی است چہ کنی گردی کہ بر روئے نشیند، با آب برخیزد، اما رنگ ورُوئے باآب برنخیزد[2]"	جبکہ تو اپنے یا اپنے مولیٰ کے دروازہ پر حلقہ زنی کرے اور اس دروازہ پر آگیا ہے تو مٹی کو مٹی اور تمام دعاوی سے پاک وصاف ہو جانا چاہیے، اگر تو ہزاروں شاہانہ تاج بھی اپنے سر پر رکھ لیوے لیکن جو خاک کی اصلیت ہے یعنی "چہرہ گدائی اور رنگِ بے نوائی" اس کو تو کیا کریگا، گرد جو

اُوپر ہی اوپر بیٹھ جایا کرتی ہے پانی سے دُھل جایا کرتی ہے، لیکن اصلی رنگ روپ پانی سے دُھل نہیں سکتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے مکتوب میں بغیر کسی اشارے و کنایہ کے صاف صاف اپنی ہی طرف منسوب کر کے اپنی بدحالی کا شکوہ اور ماتم فرماتے ہیں :-

"مادبران و طوشان راکہ بندگان دنیا واسیر عادتیم و زناداران راہ غفلتیم جز عادت پرستی کارے نہ و جز غفلت گری شماری نہ راہ مردان دین رفتن و دعوی توحید کردن از بے باکی و نابینائی است، جہود و ترسا و کلیسا و بتخانہ را از ما ننگ است[1]"

ہم شامت زدہ صاحب بار اور آلودہ جو کہ دنیا کے بندے اور خواہش و عادت کے قیدی اور راہ غفلت کے "زنار دار" ہیں ہمارا کام عادت پرستی کے سوا کچھ نہیں اور غافلوں کے سوا کہیں ہمارا شمار نہیں ہمارا مردان خدا کے راستہ پر چلنا اور توحید کا دعوی کرنا بیباکی اور اندھے پن کی وجہ سے ہے۔ یہودیوں اور آتش پرستوں کو اور کلیسا اور بتخانہ کو ہم سے شرم آتی ہے۔

آپ سے جو مناجات منقول ہے وہ آپ کی دل کی کیفیت کی پوری ترجمان اور آپکے جذبات اور احساسات کا تمام مرقع ہے۔ فرماتے ہیں :- ؎

خالقا بیچارہ را ہم ترا ∴ ہمچو موئے لنگ در جا ہم ترا
نے تنے نے دولتے نے حاصلے ∴ نے نوائے نے قرارے نے دلے
دیں ز دستم رفت دنیا گم شدہ ∴ صورتم وا ماندہ معنی گم شدہ
من نہ کافر نے مسلماں زادہ ام ∴ درمیان ہر دو حیراں ماندہ ام
نے مسلمانم نہ کافر چوں کنم ∴ ماندہ سرگردان و مضطر چوں کنم

[1] مکتوب ۹۲ ام۔

یارب اشک و آہ بسیارم ہست ∴ گر ندارم ہیچ ایں بارم ہست
ہم تن زندانیم آلودہ شد ∴ ہم دل محنت کشم فرسودہ شد
ماندہ ام در چاہ زنداں پائے بست ∴ در چنیں چاہم کہ گیرد جز تو دست
پاک کن از راہ صحن جان من ∴ پس بشو از اشک من دیوان من
گرچہ بس آلودہ در راہ آمدم ∴ عفو کن گر حبس و از چاہ آمدم

اس فنائیت کا قدرتی و لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مدح و ذم خلائق آپکے حق میں یکساں تھے۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں اور درحقیقت اپنا ہی واقعہ سناتے ہیں :-

اہل معرفت را از مدح و ذم و قدح خلق چہ زیاں کہ نزدیک ایشاں مدح و قدح خلق ہر دو یکے است نہ ممدوح خلق ممدوح است و نہ مذموم خلق مذموم است ممدوح حق ممدوح است، و مذموم حق مذموم است۔

اہل عرفان کو مخلوق کی تعریف و ثنا اور ہجو و تردید سے بھلا کیا نقصان! کہ ان کے نزدیک تو مخلوق کی ہجو و ثنا برابر ہے۔ اچھا وہ نہیں جو مخلوق کے نزدیک اچھا ہے اور برا وہ نہیں جو مخلوق کے نزدیک برا ہے بلکہ ممدوح وہی ہے جو حق تعالیٰ کا ممدوح ہے اور مذموم وہی ہے جو حق تعالیٰ کا مذموم ہے۔

کسی فارسی کے قدیم شاعر نے گویا آپ ہی کے متعلق کہا ہے۔ ؎

گرفتار کمند خوبرویاں
نہ از مدحت خبر دارد نہ از ذم

اس مستی و از خود رفتگی کا نتیجہ یہ تھا کہ اگرچہ مقبولین بارگاہ الٰہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو معاملہ ہے اسکی بناء پر آپ سے کرامات اور خوارق کثرت سے سرزد ہوتے تھے، لیکن اپنے اس مزاج و حال کی وجہ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہارِ کرامت سے بڑا متنفر تھا، اور کسی ایسی چیز کو پسند نہیں کرتے تھے جس سے آپکے مرتبہ و مقبولیت عند اللہ کا اظہار ہو۔ صاحب مناقب الاصفیا، لکھتے ہیں :۔

"اگرچہ اکثر کارہائے وے مبنی بر خرق عادت و کرامت بود اما از اظہار آں کرامت بیزار بود شکستگی و بینوائی ظاہر کرد، اگر کسے استمداد در کارے و حاجتے خواستے حوالہ بمیران جلال دیوانہ کردے[1]"

اگرچہ آپکے کاموں کا دارومدار خرق عادت اور کرامت پر تھا، لیکن آپ کرامت کے اظہار سے بیزار تھے اور شکستگی اور بینوائی ظاہر کرتے تھے، اگر کوئی شخص کسی کام یا کسی حاجت کیلئے مدد طلب کرتا تو اُس کو میران جلال دیوانہ کے سپرد کر دیتے۔

یہ وہ دور تھا جس میں بزرگوں کی کرامات و خوارق کا گھر گھر چرچا تھا، اور عوام اُنھیں کو خدا رسیدگی اور برگزیدگی کی علامت سمجھتے تھے۔

مناقب الاصفیاء میں ہے کہ ایک مرتبہ چند آدمی کچھ مری ہوئی مکھیاں لیکر آپکے پاس آئے، اور کہا کہ مشہور مقولہ ہے کہ: "الشیخ یحیی و یمیت" شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، آپ حکم دیجئے کہ یہ مکھیاں زندہ ہو جائیں؟۔ آپ نے فرمایا کہ "میں خود درماندہ ہوں دوسرے کو کیا زندہ کروں گا"۔

علوِ اخلاق

صوفیائے کرام کے اخلاق مشکوٰۃ نبوت کے نور سے فیضیاب اور منور ہوتے ہیں، اسلئے ان حضرات کے اخلاق اسی ذات گرامی کے اخلاق کا پرتو ہے، جس کے متعلق قرآنی شہادت ہے کہ: "انک لعلی خلق عظیم" صاحب مناقب الاصفیا

[1] مناقب الاصفیاء ص ۱۳۶

نے لکھا ہے کہ: "اخلاق شیخ شرف الدین مانند اخلاق نبی بود"[1]

آپ کے نزدیک اخلاقِ نبویہ سے آراستہ ہونا اور سیرتِ نبوی کے سانچہ میں ڈھلنا جتنا ضروری تھا، اس کا اندازہ آپ کے مکتوبات کے ان اقتباسات سے ہوگا۔ درحقیقت یہ خود آپ کا حال تھا جس کو ایک اصول کے طور پر بیان فرمایا جا رہا ہے :۔

"و ایں اخلاق است کہ در طریقت شعار ارباب علوم گشتہ کہ در ہمہ احوال اقتدا بشریعت دارند و اخلاق خویش را بر محک سنت امتحان کنند و ہر کہ در شریعت محقق نباشد وے را از طریقت ہیچ فائدہ نبود"[2]

اور اصل اخلاق یہ ہے جو کہ طریقت میں اہل علم کا شعار بن گیا ہے کہ وہ اپنے احوال میں شریعت کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے اخلاق کو سنت کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور جو کوئی شریعت کی تحقیق نہیں کر لیتا اُسے طریقت (تصوف) سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں :۔

ہر کہ بمتابعت شرع راسخ تر نیکو خوئی تر و ہر کہ نیکو خوئی تر بر درگاہ خداوند عزیز تر چوں خلق نیکو میراث آدم است و تحفہ خداوند عالم است کہ بدو دادہ است۔ لابد ہیچ پیرایہ و زینت نباشد مومن را نیکو تر از خلق نیک و اصل خلق نیکو اتثال

جو کوئی شریعت کی پیروی میں جتنا راسخ زیادہ ہے اتنا ہی خوش خلق زیادہ ہے اور جو جتنا خوش خلق زیادہ ہے بارگاہِ خداوند تعالیٰ کا محبوب زیادہ ہے جبکہ اچھا اخلاق آدم علیہ السلام کی میراث اور خداوند عالم کا عطا کردہ تحفہ ہے پس لازماً مومن کیلئے اچھے اخلاق سے بڑھ کر کوئی

[1] مناقب الاصفیاء ص ۱۳۶ [2] مکتوب پنجاہ و نہم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمان خداوند است و متابعت شرع رسول وے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ حرکات و افعال سید کائنات علیہ افضل الصلوات والسلام ہمہ پسندیدہ بودہ است و ہر کہ متابعت وے دارد باید کہ در معیشت چناں زندگانی کند کہ او کردہ است[1]۔

اور اچھا طریقہ اور کوئی اور زیب و زینت کی چیز نہیں ہے، اور اچھے اخلاق کی حقیقت خداوند تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کرنا ہے، کیونکہ سید کائنات علیہ افضل الصلوات والسلام کے تمام افعال و حرکات ہمیشہ (خلق و خالق کے نزدیک) پسندیدہ رہے ہیں، اور جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہو اُسے چاہئے کہ اپنی زندگی اس طرح گزارے جس طرح آپ نے گزاری ہے۔

آپ کے حالات اور آپ کی سیرت بتاتی ہے کہ آپ نے ان اخلاق میں بھی کامل اتباع نبوی کی پوری پوری کوشش کی، اور آپ کے اخلاق، خلق خدا کے ساتھ برتاؤ، اس کے حال پر رحمت و شفقت، مخلوق کے عیوب کی پردہ پوشی، اور بندگانِ خدا کی دلجوئی و دلداری میں آپ صاحبِ خُلقِ عظیم کے ایک متبع اور اخلاقِ نبوی کا ایک نمونہ تھے۔

رحمت و شفقت آپ بڑے نرم دل، بندگانِ خدا کے حق میں بڑے کریم و شفیق، دوست پرور اور دشمن نواز تھے۔ عارف اور مردِ خدا کا مقام و طریقِ زندگی بیان کرتے ہوئے آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ آپ کی سچی تصویر ہے۔ فرماتے ہیں:-

"رحمت و شفقت او بر ہمہ تابد خود نخورد

اس کی رحمت و شفقت کا آفتاب ہر ایک پر

[1] مکتوب پنجاہ و نہم ۱۲-

بخلق دہد خود نپوشد بخلق پوشاند بزخم مردمان ننگرد و بجفا ایشاں نہ بیند، شفیع ظالم خود بود و جفا را بوفا پیش آید دشنام را بدعا و ثنا مقابلہ کند، ایں دانی چیست از بہر آں کہ وے محفوظ است از ساحت دل وے جز باد راحت بر خلق نوزد، او در شفقت چوں آفتاب بود بر دشمن ہمچناں تابد کہ بر دوست در تواضع چوں زمین بود ہمہ خلق پائے بر وے نہند او را با کس خصومت نہ، دست تصرف وے از خلق کوتاہ بود، ہمہ خلق عیال وے بود او عیال کس نہ بود در سخاوت چوں دریا بود دشمن را ہمچناں بخشد کہ دوست را، عین رحمت شدہ بر کافۂ خلق شرق و غرب زیرا کہ آزاد بود ہر چہ بیند از یکجا بیند دیدہ اش دیدۂ جمع بود و ہر جزوے از اجزائے وے را ہمچنیں خلعتے پوشانند و ہر کہ بدیں صفت بود او را در طریقت ہیچ

چمکتا ہے، خود نہیں کھاتا، لوگوں کو کھلاتا ہے خود نہیں پہنتا لوگوں کو پہناتا ہے، لوگوں سے اُسے جو تکلیف پہنچتی ہے اُس کی طرف نگاہ نہیں کرتا اور ان کے ظلم کو نہیں دیکھتا، اپنے پر ظلم کرنے والے کا شفیع ہوتا ہے، جفا کا بدلہ وفا سے دیتا ہے، گالی کا جواب دُعا و ثنا سے دیتا ہے، تو جانتا ہے کہ یہ سب کچھ کیوں کرتا ہے؟ اسلئے کہ وہ محفوظ ہے، اُس کے دل کی فضا سے سوائے بادِ راحت کے خلق پر کوئی ہوا نہیں چلتی، وہ شفقت میں آفتاب کی طرح ہوتا ہے کہ جس طرح دوست پر چمکتا ہے اسی طرح دشمن پر چمکتا ہے۔ تواضع میں زمین کی طرح ہوتا ہے کہ تمام مخلوق اُس پر پاؤں رکھتی ہے، وہ کسی کے ساتھ جھگڑا نہیں کرتا، مخلوق پر دست درازی کرنے سے اُس کا ہاتھ کوتاہ ہوتا ہے، تمام مخلوق اُس کی عیال ہوتی ہے لیکن وہ کسی کا عیال نہیں ہوتا، سخاوت میں دریا کی طرح ہوتا ہے، دشمن کو اُسی قدر نوازتا ہے جس قدر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدمے نبود[1]" | دوست کو، مشرق و مغرب کی جملہ مخلوقات پر

رحمت ہی رحمت بن کر برستا ہے کیونکہ وہ آزاد ہوتا ہے، جو کچھ دیکھتا ہے
ایک ہی جگہ سے دیکھتا ہے (یعنی تمام مخلوق کو اُسی ذات پاک سے منسوب
سمجھتا ہے) اُس کی آنکھ "اہل جمع" کی آنکھ ہوتی ہے، اسکے وجود کے
اجزا میں سے ہر ایک جزو کو اسی طرح خلعت پہنایا جاتا ہے، اور جو ان
اوصاف سے موصوف نہ ہو اُس کو طریقت میں کوئی مرتبہ و مقام
حاصل نہیں ہوتا۔

اس رحمت و شفقت کا نتیجہ تھا کہ کسی بندۂ خدا کا دل توڑنا آپ کے مشرب میں گناہ تھا، صوفیہ صافیہ کا قدیم زمانہ سے شیخ سعدیؒ کے اس مقولہ پر عمل رہا ہے کہ: "آزردن دلِ دوستاں جہل است وکفارہ یمین سہل"۔

ایک مرتبہ آپ نفل کا روزہ رکھے ہوئے تھے، ایک شخص بڑے اہتمام سے آپ کی خدمت میں ایک تحفہ لایا اور کہا کہ میں بڑے شوق سے یہ آپ کی خدمت میں لایا ہوں کہ آپ تناول فرمائیں۔ آپ نے اُسی وقت تناول فرمالیا اور فرمایا:

"روزہ توڑنے کی قضا ہے، لیکن دل توڑنے کی قضا نہیں"۔

اس کا یہ بھی نتیجہ تھا کہ حتی الامکان پردہ پوشی سے کام لیتے اور اگر کسی کے متعلق کسی گناہ یا کوتاہی کی اطلاع ملتی تو اس کی تاویل فرماتے۔

مناقب الاصفیاء میں ہے کہ ایک دن ایک شخص نے آگے بڑھ کر امامت کی، اور آپ نے اُس کے

[1] مکتوب بست و چہارم۔

پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد کسی نے آپ سے عرض کیا کہ: "یہ شخص شراب خوار ہے؟" آپ نے فرمایا کہ "ہر وقت نہیں پیتا" لوگوں نے کہا کہ: "ہر وقت پیتا ہے" فرمایا: "رمضان میں نہیں پیتا ہوگا"[1]

دنیا سے بے لوثی اور بے تعلقی

معرفتِ حقیقی اور عشق کامل کا نتیجہ قدرتی طور پر دنیا سے دوری سے بے رغبتی اور خشک دامنی ہے۔ آپ نے اپنے ایک مکتوب میں دو شعر لکھے ہیں، وہ بالکل اپنا ہی حال ہے۔ ؎

من پاکباز عشقم تخم غرض نہ کارم ؎ پشت و پناہ نغزم پشت طمع ندارم
نہ بند خلق باشم نہ از کسے ہراسم ؎ مرغ کشادہ بالم برگ قفس ندارم

آپ نے مجد الملک کے پاس خاطر سے اور اُس کو محمد تغلق کے عتاب سے بچانے کیلئے خانقاہ کیلئے جو جاگیر بادل ناخواستہ قبول فرمالی تھی وہ فقیر دوست اور کریم النفس بادشاہ فیروز تغلق کے عہد میں واپس کر دی، اور اگر سیرۃ الشرف کی وہ روایت صحیح ہے جو مونس القلوب کے حوالہ سے لکھی گئی ہے، تو دہلی تشریف لے جا کر پروانۂ جاگیر بادشاہ کے حوالہ کر دیا، اسکے بعد خانقاہ کی تعمیر و توسیع سے کوئی تعلق اور دلچسپی نہیں رکھی، اگر کوئی اس کا مشورہ دیتا تو طبع عالی پر گراں گذرتا۔ صاحب گنج لایخفیٰ لکھتے ہیں کہ:-

"شیخ حمید الدین مخدوم کے دوست تھے، خلوتوں میں آپکے ساتھ رہتے تھے
ایک بار آدھی رات گذرے مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے، شب تاریک تھی
مخدوم باہر نکل آئے اور صحن میں دیوار کے قریب بیٹھ گئے، شیخ حمید الدین
بھی ایک ساعت بیٹھے رہے، تھوڑی دیر بعد بولے کہ اگر یہ چبوترہ کچھ بڑھ جائے
تو صحن مصفا نظر آئے، مخدوم اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں نے

[1] مناقب الاصفیاء ص۱۳۱ (غالباً یہ واقعہ رمضان کا ہوگا)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا تھا کہ اس نیم شب میں امورِ دینی میں کچھ مشکل پیش آئی ہوگی اُس کے حل کے لئے آپ تشریف لائے ہیں، لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ میں برسر غلط تھا، آپ فرماتے ہیں کہ چبوترہ بڑھاؤ، یہ کہتے کہ اس بتخانہ کو چُن کر ویران کردو[1]۔"

علوئے ہمت

آپ کا ایک بڑا امتیاز اور ترقیات وکمالات کا راز آپ کی جبلّی بلند ہمتی اور علو حوصلہ ہے جو آپ کے حالاتِ زندگی اور مکتوبات کی سطر سطر سے ظاہر ہوتا ہے آپ نے اپنے اہلِ تعلق اور احباب وخدام کو ہمیشہ علوئے ہمت اور وسعتِ طلب کی ترغیب وتاکید کی ہے یقیناً اس پر سب سے زیادہ عمل آپ ہی کا ہوگا، ایک خط میں بڑے ولولہ انگیز طریقہ پر علوِ ہمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں :۔

"ہر چند توپستی ہمت بلند دار، اے برادر ہمتِ مرداں بہیچ چیزے فرو نیاید، آسمان وزمین عرش وکرسی وبہشت ودوزخ بارِ ہمت ایشاں نکشد این است کہ گفت۔"

تو کتنا ہی پست سہی، ہمت کو بلند رکھ بھائی! مردوں کی ہمت کسی بھی چیز کے ساتھ پست نہیں ہوتی، اُن کی ہمت کے بوجھ کو آسمان زمین عرش وکرسی اور بہشت ودوزخ نہیں اٹھا سکتے

اسی واسطے کہا گیا ہے ——— مثنوی

نے درغمِ دوزخ وبہشت اند ❊ این طائفہ اچنیں سرشتند

چنگ درحضرت خدائے زدہ ❊ ہرچہ آں نیست کہ پُشت پائے زدہ

تا بجاروب لا نروبے راہ ❊ نرسی درسرائے الا اللہ

[1] سیرۃ الشرف ص۱۲۵

"ہمت این مردان فضائے پاک وصحرائے باوسعت بے خس وخاشاک خواہد تا درشے پرواز کنند وہیچ فضائے پاک تر از فضائے پاک ربوبیت نیست وہیچ صحرائے باوسعت تراز صحرائے وحدانیت نیست ہمتِ ایشاں گرد کعبہ وبیت المقدس نگردد وبا آسمان وزمین طواف نکند سبحان اللہ عز وجل عجب کارے است مرشے درجائے خود نشستہ وپائے در دامن کشیدہ وسربر زانو نہادہ وسراو از کون ومکان درگذشتہ وزرے ہمت کہ آں راجز در آب وخاک نیابی ازیں جا گفتہ است

ان مردانِ خدا کی ہمت ایسی پاک فضا اور ایسے وسیع صحرا کی طالب ہے جس میں خس وخاشاک کا نام ونشان نہیں" تاکہ یہ لوگ اس میں پرواز کریں اور کوئی فضا "فضائے ربوبیت" سے زیادہ پاک اور کوئی صحرا "صحرائے وحدانیت" سے زیادہ وسیع نہیں ہے۔ مردوں کی ہمت کعبہ اور بیت المقدس کے گرد نہیں گھومتی، اور آسمان وزمین کا طواف نہیں کرتی، سبحان اللہ! کیا ہی عجیب کام ہے ایک مرد اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا ہے پاؤں کو دامن میں سمیٹے ہوئے اور سر کو زانو پر رکھے ہوئے درانحالیکہ اس کا "سر" (ہمت) کون ومکان سے بھی آگے گزر گیا ہے، کیا ہی مبارک ہمت ہے کہ تو اس کو سوائے پانی اور مٹی (بنی آدم) کے اور کہیں نہ پائے گا اسی لئے کسی نے کہا ہے[1]۔

حقا کہ بزہ نیا وردی گرد
چرخ فلک اے پسر کہ ما نم[1]

صاحب سیرۃ الشرف نے صحیح لکھا ہے :———

[1] مکتوب چہارم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"آپ کی آنکھ ہمیشہ نایافتہ پر لگی رہتی تھی، کیونکہ یافتہ آپ کو ادنیٰ شے دکھائی دیتی تھی، اور وسعت حوصلہ اور بلندیٔ ہمت کی وجہ سے ہر دم وہر آن اعلیٰ ترین پیش نظر رہتا تھا۔"

دوسروں پر بھی اسی وسعت حوصلہ اور بلندیٔ ہمت کی فرمائش کی :۔

"فی المثل اگر ہر دو عالم را بر در تو آرند وگویند	اگر بالفرض دونوں جہانوں کو تیرے دروازہ پر
تراست ہر تصرف کہ خواہی بکن ہوشیار باش	لے آئیں اور کہہ دیں کہ یہ سب کچھ تیری ملکیت ہے
از آنچہ فوق الدنیا والآخرۃ ہست محجوب نگردی	جس طرح چاہے اس میں تصرف کر" پھر بھی
قطع طریق نشود ہمہ گو کہ عارفاں گفتہ اند"	ہوشیار رہ، ایسا نہ ہو کہ جو کچھ دنیا و آخرت سے

مافوق ہے وہ پردہ میں ہو جائے اور اس تک پہونچنے کا راستہ قطع ہو جائے تو بھی وہی کہہ جو عارفوں نے کہا ہے۔ ؎

دنیاست بلاخانہ و عقبیٰ ہوس آباد
ما حاصل ایں ہر دو بیک جو نستانیم

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔

"ہر آئینہ چوں حوصلہ وسیع بود در دو ہر بگنجد و اگر تنگ بود نہ گنجد بروں افتد
ایں نکتہ دریں باب اے طلب اصلی فویست"

تجرید و تفرید

اہل تجرید و تفرید انقطاع عن الخلق اور انس مع الحق کے اس مقام تک پہونچ جاتے ہیں جہاں کسی نامحرم کا پہونچنا یا اس کی بلندیوں کا ادراک کرنا عامیوں کے لئے مشکل ہے، اسلئے جب تک وہ خود ہی اپنا حال نہ بتائیں یا اس منزل کا نشان نہ دیں اس کا سراغ لگنا مشکل ہے، پھر چونکہ ان مردان خدا کو خلوت در انجمن اور سفر در وطن کی دولت حاصل

ہوتی ہے، اور دست بکار و دل بیار کی تصویر ہوتے ہیں، منصب ارشاد و تربیت کی ذمہ داریاں اور اتباع نبوی کی شان ان کو ہمیشہ خلائق کے درمیان رکھتی ہے اسلئے اور بھی ان کے اصل مقام سے ناآشنائی پیدا ہوتی ہے۔ تجرید و تفرید کون سا مقام ہے اور جو لوگ اس مقام پر پہونچ جاتے ہیں انکی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ اس کو خود انہی کی زبان سے سنئے کس جوش و بلاغت کے ساتھ اور کس سرشاری و سرمستی کی کیفیت میں بیان کرتے ہیں :۔

"تجرید از علائق و خلائق بود و تفرید از خود	"تجرید" تمام تعلقات اور مخلوقات سے
در دل غبارے نہ بر پشت بارے نہ باکس	الگ ہوتا ہے، اور "تفرید" اپنے آپ کو
شمارے نہ در سینہ بازارے نہ با ہیچ	چھوٹنے کا نام ہو کہ نہ دل میں کوئی غبار ہو
مخلوق کارے نہ ہمتش از ذرہ عرش	اور نہ پیٹھ پر کوئی بوجھ ہو، نہ کسی کے ساتھ کوئی
برگذشتہ و از کونین رمیدہ و با مراد	حساب و کتاب ہو اور نہ سینہ میں
آرمیدہ و با وجود کونین بے دوست خوشی نہ	دنیاوی تعلقات کا کوئی بازار ہو نہ کسی
و بے وجود عالمین با دوست ناخوشی نہ	مخلوق سے کسی قسم کا کوئی کام ہو، اس کی
عزیزے گفتہ است لا وحشۃ	ہمت کا شاہباز عرش سے آگے گزر گیا ہو
مع اللہ ولا راحۃ مع غیر اللہ	اور دونوں جہانوں سے گزر کر اپنے مطلوب سے
چنانکہ گفتہ اند ہر کہ از خداوند محجوب است	ہمکنار ہو، دونوں جہانوں کے ہوتے ہوئے
در عین بلا و رنج است اگرچہ کلید	بغیر دوست کے کوئی خوشی نہ ہو اور دونوں
خزائن ممالک در دست دارد و ہر چند	جہانوں کی عدم موجودگی میں دوست کیساتھ
پوشے و گدائے کہ او را با خداوند	ہوتے ہوئے کوئی ناخوشی نہ ہو، ایک عزیز
خود کاریست بادشاہ دو جہان است	نے خوب کہا ہے: "اللہ کے ساتھ رہتے ہوئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر چند نان شب ندارد[1] " کوئی وحشت نہیں ہے، اور غیر اللہ کے ساتھ ہوتے ہوئے کوئی راحت نہیں ہے" چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو کوئی خدا تعالیٰ سے محجوب (دور) ہے وہ عین مصیبت و رنج میں پڑا ہوا ہے اگرچہ کئی ملکوں کے خزانوں کی کنجیوں کا مالک ہو، اور ہر دلق پوش اور گدا، کہ اس کا خدا سے تعلق ہے وہ دونوں جہانوں کا بادشاہ ہے اگرچہ رات کا کھانا بھی اسے میسر نہ ہو۔

ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

"دوستان بے وجود باوجوند و بیگانگان باوجود بے وجود اند ولیکن شرط آنست کہ از ہمہ عالم بگریزی در بر خود درآئی و دل را از خود برداری دوست از خود بشوئی چنانکہ اصحاب کہف کردہ اند و از دل خود کہف سازی و در دل درآئی و حصار تکبیر بر خود بگوئی و سگ نفس را از دل خود بیروں کنی تا ترا بر خلق جلوہ کنند چنانکہ اصحاب کہف کردہ "واطلعت علیھم لولیت منھم فرار وللملئت منھم رعبا"

دوست بغیر وجود کے بھی موجود ہیں اور بیگانے موجود ہوتے ہوئے بھی غیر موجود ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ تو تمام عالم سے بھاگے اور اپنے آپ میں آئے دل کو اپنے سے اٹھا کر اپنے آپ سے ہاتھ دھو ڈالے جیسا کہ اصحاب کہف کیا ہے اپنے ہی دل کی کہف (غار) بنائے اور اپنے ہی دل میں آکر اپنے آپ پر چار تکبیر کہہ دے اور اپنے نفس کے کتے کو اپنے دل سے باہر نکال دے تاکہ مجھے مخلوقات پر ظاہر کریں جیسا کہ اصحاب کہف کو ظاہر کیا گیا (قرآن شریف میں یہ آیت ہے)

"اگر تو ان کے حال سے مطلع ہو جائے تو تو پیچھے کو بھاگ آئے اور تیرا دل ان کے رعب سے بھر جائے، اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے"

امر بالمعروف اور مسلمانوں کے حالات و معاملات کی فکر

لیکن تجرید و تفرید کے اس بلند مقام کے باوجود جس میں دل میں غبار اور کسی مخلوق سے سروکار کی بھی گنجائش نہیں، آپ کو خلق خدا کے حال پر رحمت و شفقت اور مسلمانوں کے حالات و معاملات کی فکر اور اس سے تعلق خاطر رہتا تھا، اور حضرت اسی لئے آپ شاہان وقت سے کبھی کبھی خط و کتابت فرماتے، اور ان کو عدل گستری اور دادگری، مظلوموں کی حمایت و حفاظت کی طرف متوجہ کرتے، ایک مرتبہ خواجہ عابد ظفر آبادی کا مال تلف ہو گیا تو آپ نے سلطان الشرق فیروز شاہ کو ایک خط تحریر فرمایا، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی چند حکایتوں اور احادیث نقل کرنے کے بعد جو ظالموں اور مظلوموں کے متعلق ہیں تحریر فرمایا:

"بحمد اللہ کہ امروز آں ذات معظم و مکرم است کہ پناہ مظلوماں و درماندگان است و عدل و انصاف ازاں درگاہ در عالم پدید آمدہ است بدیں سعادت رسیدہ کہ پیغمبر علیہ السلام فرمودہ است "عدل یک ساعت بہتر از شصت سال عبادت"[1]"

اللہ کا شکر ہے کہ آج وہ معظم و مکرم ذات جو کہ مظلوموں اور بیچاروں کا آسرا ہے اور عدل و انصاف انکی بارگاہ سے دنیا میں ظاہر ہو رہا ہے اس سعادت تک پہنچ گئی ہے جس کے متعلق پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "ایک گھڑی کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔"

آپ نے علوم دینیہ کی تحصیل اور تعلیم کی تکمیل سنارگاؤں میں کی تھی، اسلئے قدرتاً آپ کو بنگالہ اور وہاں کے حالات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالات سے خاص دلچسپی تھی، اور وہاں کے مسلمانوں کے حالات کی فکر و اہتمام رہا کرتا تھا۔ مولانا مظفر بلخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں جو سلطان غیاث الدین شاہ بنگالہ کے نام ہے تحریر فرماتے ہیں:۔

"شیخ شرف الحق والدین را قدس سرہ العزیز بندہ ہمہ وقت می دید کہ در باب ایں ملک عین عنایت داشت و خدائے تعالیٰ را عین عنایت بر ایں زمین و بریں ملک بود دہست کہ شیخ شرف الدین را کہ لشکر آلٰہی بود برسر ایں زمین داشت[1]۔"

شیخ شرف الحق والدین قدس سرہ العزیز کو بندہ ہر وقت اس ملک کے بارے میں بے حد عنایت و نوازش فرماتے ہوئے دیکھتا تھا اور در اصل خداوند تعالیٰ کی اس سرزمین پر اور اس ملک پر نوازش تھی کہ شیخ شرف الدینؒ کو جو کہ لشکر آلٰہی تھے اس زمین پر آباد رکھا۔

اتباعِ سُنّت

اس راہ کے سالکین اپنے کرامات و مقامات میں جس قدر ترقی کرتے ہیں اُن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت اور آپ کے اتباع کامل کی اہمیت و ضرورت کا انکشاف اور زیادہ ہو جاتا ہے، اور اُن کے لئے یہ بات بدیہی بن جاتی ہے کہ وصول اور مقبولیت آپ کی اتباع کامل اور سنت و شریعت میں فنائیت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس بارے میں آپ کا جو عقیدہ اور یقین تھا اسکی توضیح کے لئے یہ مکتوب کافی ہے:

"قال اللہ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ دیدائیں حروف است دریں معنی عزیزے می گوید

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کہہ دیجئے (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ بھی تم کو دوست رکھے گا، اس معنی کی تائید کر رہا ہے، اس بارے میں ایک عزیز کہتا ہے

(مثنوی)

او دلیل تو بس تو راہ مجوئی ⁂ او زبان تو بس تو یادہ مگوئی
ہر چہ او گفت گفت مطلق دان ⁂ ہر چہ او کردہ کردہ حق داں
خاک او باش بادشاہی کن ⁂ آں او باش ہر چہ خواہی کن
ہر کہ چوں خاک نیست بر در او ⁂ گر فرشتہ است خاک بر سر او

"ازیں جا معلوم می شود کہ بعضے نا اہل و فضول بگمان فاسد ہوا و جہل خود در راہ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) نمی روند لاجرم ازیں حدیث بوئے نصیب ایشاں نہ رفتن بے راہبر محال است کہ گفت راست۔"

اس سے معلوم ہوا کہ بعض نا اہل اور فضول لوگ جو اپنے گمان فاسد اور جہالت و ہوس کی وجہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ اختیار نہیں کرتے اس "حدیث" کے معنی کی بو سے بے نصیب رہتے ہیں، راہبر کے بغیر سیدھا راستہ چلنا محال ہے، اسی لئے کہا گیا ہے

(رباعی)

کور ہرگز کے تواند رفت راہ ست ⁂ بے عصا کش کور را رفتن خطاست
راہ دور است و پر آفت اے پسر ⁂ راہ رو را می بباید راہبر[1]

اس اصول پر آپ کا جس شدت سے عمل اور اتباع سنت کا جس قدر اہتمام تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عین وفات کے دن جبکہ آپ کی عمر ایک سو اکیس سال کی تھی، اور ضعف و ناطاقتی اپنی آخری حد کو پہونچ گئی تھی، آپ نے جو آخری وضو کیا تو اس میں اتباع سنت اور عمل بالعزیمت کا پورا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہتمام کیا۔ شیخ زین بدر عربی "وفات نامہ" میں لکھتے ہیں :-

"پیراہن جسم مبارک سے اتار کر وضو کے لئے پانی طلب فرمایا اور آستین چڑھا کر سواک مانگی، اور بسم اللہ با آواز بلند پڑھ کر وضو شروع کیا، آپ ہر محل اور ہر فعل میں ادعیہ معمولی پڑھتے جاتے تھے، دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے مگر منہ دھونا سہو ہو گیا۔ شیخ خلیل نے یاد دلایا، آپ نے از سر نو وضو کیا تسمیہ اور ادعیہ جس طور پر کہ آتے ہیں ہر محل میں با احتیاط تمام پڑھتے تھے اور حاضرین تعجب کرتے تھے کہ اس حال میں بھی اس قدر احتیاط ہے۔ قاضی زاہد نے داہنا پاؤں دھونے میں ہاتھ بڑھا کر مدد کرنی چاہی آپ نے روک کر فرمایا کہ ٹھہرو، اور اپنے سے وضو کیا، پھر کنگھی طلب کی اور ریش مبارک میں شانہ کیا، اور جا نماز مانگی اور دو رکعت نماز پڑھی[1]۔"

اتباع سنت کے اہتمام کے ساتھ قدرتاً آپ بدعات سے مجتنب اور نفور تھے، بدعت سے احتیاط اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ ایک موقع پر فرمایا کہ :-

"این دو در ہمہ جائے کہ سنت و بدعت پیش می آید ترک سنت اولیٰ است از اتیان بدعت، کہ با اتیان سنت اتیان بدعت است[2]۔"

یہاں اور جہاں کہیں بھی سنت اور بدعت دونوں سامنے آجائیں تو سنت کا چھوڑ دینا اولیٰ ہے بدعت کے ارتکاب سے کہ سنت پر عمل کرنے سے بدعت کا ارتکاب ہوتا ہے

[1] وفات نامہ از شیخ زین بدر عربی۔۱۲

[2] خوان پُرنعمت مجلس سوم۔ اس باب (چہارم) کے فارسی اقتباسات کا ترجمہ محب عزیز صوفی محمد حسین صاحب ایم۔ اے کے قلم سے ہے، جس کے لئے مصنف ان کا ممنون ہے۔۱۲

باب پنجم

وفات

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور ان کے کمالات و مقامات کے متعلق جو کچھ ان کے معاصر تذکرہ نویسوں نے آنے والی نسلوں کے لئے قلمبند کیا وہ اگرچہ خود بہت ناکافی اور تشنۂ تفصیل ہے اور ان متفرق و منتشر حالات سے اُن کی عظمت کا صحیح تصور نہیں ہو سکتا لیکن یہ حالات بھی اگر خدانخواستہ مفقود ہو جاتے اور صرف ان کی وفات کا حال جو اُن کے خلیفۂ خاص اور واقعہ کے شاہد عینی شیخ زین بدر عربی نے تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے محفوظ رہ جاتا تو اُن کی عظمت اور مرتبت کا اندازہ کرنے کیلئے کافی تھا۔ تاریخ اسلام میں متعدد اکابر و ائمہ کی وفات کا واقعہ اور دنیا سے رخصت ہونے اور موت کے استقبال کی کیفیت کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اس سے نہ صرف ان حضرات کی عظمت تعلق مع اللہ اور ایمان و یقین کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ اس سے اسلام کی صداقت بھی عیاں ہوتی ہے۔ کسی اُمت کے اکابر اور کسی مذہب کے پیشواؤں کی آخری زندگی کے واقعات اور اُن کے دم واپسیں کے حالات اس قدر مؤثر، یقین افروز، اور ولولہ انگیز تاریخ میں نظر سے نہیں گزرے جیسے مستند تاریخ نے ان اکابر اسلام کے محفوظ کئے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مخدوم منیری کی وفات کے جو حالات یہاں نقل کئے جاتے ہیں اُن سے اُن کی بے نظیر استقامت جذبۂ اتباع شریعت، اُمّتِ محمدیہ کی فکر، اس کے لئے دلسوزی، اہلِ اسلام سے محبت اور انکی خیر خواہی اور زندگی کی نازک ترین ساعت میں بھی اُن کا خیال اور ان کے لئے دعا، اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید اور یقین و اعتماد کے ساتھ اس کی بے نیازی اور کبریائی کا ڈر، سلامتی ایمان و حُسنِ عاقبت کی فکر اور اہتمام بھی ظاہر ہوتا ہے۔

ابن یمین نے جس طرح دنیا سے جانے اور جس حضوری و مشاہدہ، مسرت و تبسم کیساتھ محبوبِ حقیقی کے پیام و قاصد کا استقبال کرنے کا نقشہ کھینچا تھا وہ حضرت مخدوم کے وقتِ وفات کی سچی تصویر ہے۔ ؎

منگر کہ دل ابن یمیں پر خوں شد ÷ بنگر کہ ازیں سرائے فانی چوں شد
مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست ÷ با پیکِ اجل خندہ زناں بیروں شد

شیخ زین بدر عربی فرماتے ہیں:۔

"چہارشنبہ کا دن تھا اور ۵ شوال ۷۸۲ھ کی تاریخ میں حاضرِ خدمت ہوا، نماز فجر کے بعد اس نے حجرہ میں جس کو ملک الشرق نظام الدین خواجہ ملک نے تعمیر کیا تھا سجادہ پر تکیہ سے سہارا لگائے بیٹھے تھے۔ شیخ جلیل الدین حقیقی بھائی اور خادم خاص اور بعض دوسرے احباب اور خادم جو متواتر کئی راتوں سے آپ کی خدمت کے لئے جاگتے رہے تھے جن میں سے قاضی شمس الدین، مولانا شہاب الدین (جو خواجہ مینا کے بھانجے تھے) مولانا ابراہیم، مولانا آموں قاضی میاں، ہلال و عتیق اور دوسرے عزیز حاضر تھے۔ آپنے زبانِ مبارک سے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔ پھر حاضرین کی طرف رُخ کر کے فرمایا:۔ تم بھی کہو۔ لوگوں نے تعمیل ارشاد کی، اور سب نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم

پڑھا۔ اور پھر آپ نے مسکراتے ہوئے تعجب کے طور پر فرمایا:۔ سُبحان اللہ! وہ ملعون اس وقت بھی مسئلہ توحید میں لغزش دینا چاہتا ہے، خدا کا فضل و کرم ہے، اس کی طرف کیا توجہ ہو سکتی ہے؟ پھر آپ نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم پڑھنا شروع کیا، اور حاضرین سے بھی فرمایا تم بھی پڑھو۔ اس کے بعد آپ اپنے ادعیہ و وظائف میں مشغول ہو گئے۔ چاشت کے وقت ان سے فارغ ہوئے، کچھ دیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مشغول ہوئے باآواز بلند الحمد للہ الحمد للہ کہنے لگے۔ فرماتے تھے خدا نے کرم فرمایا المنۃ للہ المنۃ للہ کئی بار دل کی خوشی اور اندرونی فرحت کے ساتھ اسی کو بار بار دہراتے رہے۔ فرماتے جاتے تھے:۔ الحمد للہ الحمد للہ۔ المنۃ للہ المنۃ للہ۔

بعد ازاں مخدومؒ حجرہ سے صحنِ حجرہ میں تشریف لائے، اور تکیہ کا سہارا لیا، تھوڑی دیر کے بعد دست مبارک پھیلائے، جیسے مصافحہ فرمانا چاہتے ہوں، آپنے قاضی شمس الدین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور دیر تک لئے رہے، پھر ان کا ہاتھ چھوڑ دیا، خدام کو رخصت کرنے کا آغاز انھیں سے ہوا، پھر قاضی زاہد کا ہاتھ پکڑ کر سینۂ مبارک پر رکھا اور فرمایا ہم وہی ہیں، ہم وہی ہیں۔ پھر فرمایا:۔ ہم وہی دیوانے ہیں، ہم وہی دیوانے ہیں۔ پھر تواضع اور خاکساری کی خاص کیفیت طاری ہوئی، اور فرمایا:۔ نہیں! بلکہ ہم اُن دیوانوں کی جوتیوں کی خاک ہیں۔ پھر حاضرین میں سے ہر ایک کی طرف اشارہ فرمایا اور ہر ایک کے ہاتھ داڑھی کو بوسہ دیا، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے اُمیدوار رہنے کی تاکید فرمائی اور بلند آواز سے پڑھا:۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ پھر یہ شعر پڑھا۔ ؎

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدایا رحمت دریائے عام است

ازانجا قطرۂ بر ما تمام است

اس کے بعد حاضرین کی طرف رُخ کر کے فرمایا، کل تم سے سوال کریں تو کہنا لا تقنطوا من رحمۃ اللہ لائے ہیں، اگر مجھ سے بھی پوچھیں گے تو میں بھی یہی کہوں گا، اس کے بعد کلمۂ شہادت بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا:- اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ یہ الفاظ بھی ادا کئے:- رضیت باللہ ربًا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا وبالقرآن اماما وبالکعبۃ قبلۃ وبالمومنین اخوانا وبالجنۃ ثوابا وبالنار عذابا (میں اللہ کو رب مانتا ہوں، اسلام کو دین، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی، قرآن کو اپنا پیشوا، کعبہ کو قبلہ، اہل ایمان کو اپنا بھائی، جنت کو اللہ کا انعام، اور دوزخ کو اللہ کا عذاب تسلیم کرتا ہوں، اور اس عقیدہ پر مطمئن ہوں)۔

اس کے بعد آپ نے مولانا تقی الدین اودھی کی طرف متوجہ ہو کر اپنا ہاتھ پھیلایا اور فرمایا:- عاقبت بخیر ہو۔ اور ان کے حال پر بڑی عنایت و مہربانی فرمائی۔ پھر زبان مبارک سے فرمایا:- آموں! مولانا آموں حجرہ کے اندر تھے، وہ سُن کر لبیک کہتے ہوئے دوڑتے ہوئے آئے، آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا، اور چہرۂ مبارک پر ملنے لگے۔ فرمایا:- تم نے بڑی خدمت کی، تمہیں نہیں چھوڑوں گا، خاطر جمع رکھو، ایک ہی جگہ رہیں گے، اگر قیامت کے دن پوچھیں گے کیا لائے؟ تو کہنا لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا، اگر مجھ سے پوچھیں گے تو میں بھی یہی کہوں گا، دوستوں سے کہو خاطر جمع رکھیں، اگر میری آبرو رہے گی تو میں کسی کو نہ چھوڑوں گا۔ اس کے بعد ہلال اور عتیق کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا

تم نے ہم کو بہت خوش رکھا، ہماری بڑی خدمت کی ہے جیسے ہم تم سے خوش رہے ہیں تم بھی خوش ہو گے اور ہمیشہ خوش رہو گے، تین مرتبہ اپنا ہاتھ میاں ہلال کی پیٹھ پر رکھا اور فرمایا بامُراد رہو گے۔ اس وقت آپ کے دونوں پاؤں میاں ہلال کی گود میں تھے، اور اُن کے حال پر بڑی عنایت تھی۔

اس عرصہ میں مولانا شہاب الدین ناگوری آئے، آپ نے کئی بار اُن کے سر، چہرہ، داڑھی اور دستار کو بوسہ دیا۔ آپ آہ آہ کرتے جاتے تھے، اور الحمد للہ الحمد للہ کہتے جاتے تھے، آپ نے ہاتھ نیچے کر لیا اور درود پڑھنے لگے۔ مولانا شہاب الدین کی بھی آپ کے چہرۂ مبارک پر نظر تھی اور درود پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد آپ نے مولانا شہاب الدین خواہرزادہ خواجہ معین کا نام لیا اور فرمایا میری بڑی خدمت کی، مجھ سے بہت اتحاد تھا، بڑی خوبی کے ساتھ میری صحبت اٹھائی، عاقبت بخیر ہو۔ اس وقت مولانا شہاب الدین نے مولانا مظفر بلخی اور مولانا نصیر الدین جونپوری کا نام لیا، اور فرمایا کہ:- ان دونوں کے باب میں کیا ارشاد ہوتا ہے؟ آپ نے بہت خوش ہو کر مسکراتے ہوئے اور اپنی تمام انگلیوں سے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:- مظفر میری جان ہے، میرا محبوب ہے، مولانا نصیر الدین بھی اسی طرح ہیں، خلافت اور مقتدائی کے لئے جو شرائط و اوصاف ضروری ہیں وہ ان دونوں میں موجود ہیں، میں نے جو کچھ کہا اس سے ان غریبوں کو فتنۂ خلق سے محفوظ رکھنا مقصود تھا[1]۔ اس موقع پر مولانا شہاب الدین نے ۔ ۔ ۔ پیش کیا[2]

[1] یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

[2] یہاں پر جو عبارت ہے وہ سمجھ میں نہیں آئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عرض کیا:۔ مخدوم اسے قبول فرمائیں؟۔ فرمایا:۔ میں نے قبول کیا، یہ کیا ہے میں نے تو تمہارا سارا گھر قبول کیا۔ اس کے بعد ان کو کلاہ عطا ہوئی، انھوں نے تجدید بیعت کی درخواست کی، آپ نے قبول فرمایا۔

اس دوران میں قاضی مینا حاضر خدمت ہوئے، میاں ہلال نے تعارف کرایا اور عرض کیا:۔ یہ قاضی مینا ہیں؟۔ فرمایا:۔ قاضی مینا، قاضی مینا!۔ قاضی مینا نے کہا:۔ حضرت حاضر ہوں! اور ہاتھ کو بوسہ دیا۔ آپنے اُن کا ہاتھ اپنے چہرہ و ریش مبارک اور رخسار پر پھیرا، اور فرمایا:۔ خدا کی تم پر رحمت ہو، باایمان رہو اور باایمان دنیا سے جاؤ، ازراہ شفقت یہ بھی فرمایا کہ:۔ مینا ہمارے ہیں۔ اس دوران میں مولانا ابراہیم آئے، آپنے اپنا دایاں ہاتھ ان کی داڑھی پر پھیرا اور فرمایا کہ تم نے میری اچھی خدمت کی اور پورا ساتھ دیا، باآبرو رہو گے۔ مولانا ابراہیم نے عرض کیا:۔ مخدوم[1] ۔ ۔ ۔ مجھ سے راضی ہیں؟ فرمایا:۔ ہم سب سے راضی ہیں، تمھیں بھی ہم سے راضی ہونا چاہئے، جو کچھ ہے میری طرف سے ہے۔

اس کے بعد قاضی شمس الدین کے بھائی قاضی نورالدین حاضر ہوئے، آپ نے قاضی نورالدین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بڑی شفقت کے ساتھ ان کی داڑھی، چہرہ و رخسار اور ہاتھ کو کئی بار بوسہ دیا، آپ آہ آہ کرتے جاتے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ:۔ تم ہماری صحبت میں بہت رہے ہو اور ہماری بڑی خدمت کی ہے، انشاء اللہ کل ایک ہی جگہ رہیں گے، اس کے بعد مولانا نظام الدین گوہی حاضر ہوئے۔ فرمایا:۔ غریب اپنا وطن چھوڑ کر ہمارے جوار میں آگیا تھا، یہ کہہ کر کلاہ مبارک اپنے سر سے اتار کر اُن کو عطا فرمائی،

[1] یہاں پر مطبوعہ اور قلمی نسخہ میں صبح البیاض کا لفظ ہے، شاید اسکے معنی یہ ہوں کہ آج صبح کے وقت۔ ۱۲

اور حُسنِ عاقبت کی دُعا فرمائی اور فرمایا حق تعالیٰ تمھیں مقصود تک پہونچائے۔ پھر سب حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:۔ دوستو! جاؤ اپنے دین و ایمان کا غم کھاؤ اور اسی میں مشغول رہو!۔

اس کے بعد کاتب سطور زین بدر عربی نے دست مبارک کو بوسہ دیا، اپنی آنکھ، سر اور بدن پر پھیرا۔ ارشاد ہوا:۔ کون ہے؟۔ میں نے عرض کیا:۔ گدائے آستانہ توجہ کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ مجھے از سرِ نو غلامی میں قبول فرمایا جائے؟۔ فرمایا:۔ جاؤ تم کو بھی قبول کیا، تمہارے گھر اور تمام اہلِ خاندان کو قبول کیا، خاطر جمع رکھو، اگر میری آبرو رہی تو کسی کو بھی چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ میں نے عرض کیا:۔ مخدوم تو مخدوم ہیں، مخدوم کے غلاموں کی بھی آبرو ہے۔ فرمایا:۔ اُمیدیں تو بہت ہیں۔

قاضی شمس الدین آئے اور حضرت مخدومؒ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ مولانا شہاب الدین ہلال وعتیق نے عرض کیا کہ:۔ مخدوم! قاضی شمس الدین کے باب میں کیا ارشاد ہوتا ہے؟۔ فرمایا:۔ قاضی شمس الدین کے بارے میں کیا کہوں، قاضی شمس الدین میرا فرزند ہے، کئی جگہ میں اس کو فرزند لکھ چکا ہوں، خطا میں مَیں نے اس کو برادرم بھی لکھا ہے، ان کو علم درویشی کے اظہار کی اجازت ہو چکی، انھیں کے خاطر اتنے کہنے اور لکھنے کی نوبت آگئی، ورنہ کون لکھتا؟۔

اس کے بعد برادر و خادم خاص شیخ خلیل الدین نے جو پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا، آپ نے اُن کی طرف رُخ کیا اور فرمایا:۔ خلیل! خاطر جمع رکھو، تم کو علما و درویش چھوڑیں گے نہیں ملک نظام الدین خواجہ ملک آئے گا اُس کو میرا سلام و دُعا پہونچانا، میری طرف سے بہت معذرت کرنا اور کہنا کہ میں تم سے راضی ہوں، اور راضی جا رہا ہوں، تم بھی راضی رہنا —— فرمایا کہ جب تک ملک نظام الدینؒ تم کو نہ چھوڑے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ خلیل الدین بہت متاثر تھے، آنکھوں میں آنسو تھے، حضرت مخدوم نے جب ان کی دل شکستگی دیکھی تو بڑی شفقت سے فرمایا:۔ خاطر جمع رکھو اور دل کو مضبوط رکھو۔ اس کے بعد فرمایا:۔ کون ہے؟۔ ہلال نے عرض کیا کہ:۔ مولانا محمود صوفی ہیں۔ آپ نے بڑے گہرے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ:۔ بیچارہ غریب ہے، مجھے اس کی بڑی فکر ہے، بیچارے کا کوئی نہیں، اس کے بعد ان کے لئے حُسنِ عاقبت کی دُعا فرمائی۔ اس کے بعد قاضی خاں خلیل حاضرِ خدمت ہوئے۔ فرمایا:۔ بیچارہ قاضی ہمارا پُرانا دوست ہے، ہماری صحبت میں بہت رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جزا دے اور عاقبت بخیر کرے، اس کے فرزند بھی ہمارے دوست ہیں، سب کی عاقبت بخیر ہو، اور حق تعالیٰ دوزخ سے رہائی دے۔

اس کے بعد خواجہ معز الدین مشرف بہ خدمت ہوئے۔ فرمایا:۔ عاقبت بخیر ہو۔ پھر مولانا فضل اللہ نے قدمبوسی کی۔ فرمایا:۔ بھلے بھلے اللہ عاقبت بخیر کرے۔ فتوح باورچی روتا ہوا آیا اور قدموں میں گر گیا۔ فرمایا:۔ بیچارہ فتوحا جیسا کچھ تھا میرا ہی تھا، اس کے حق میں بھی دُعائے عاقبت فرمائی۔ اس کے بعد مولانا شہاب الدین نے شرفِ قدمبوسی حاصل کیا، ہلال نے تعارف کرایا کہ مولانا شہاب الدین حاجی رکن الدین کے بھائی ہیں۔ فرمایا:۔ انجام بخیر ہو، ایمان کا غم کھاؤ، اور رحمت حق کے اُمیدوار رہو کر پڑھو لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا۔

کچھ دیر کے بعد نمازِ ظہر کے قریب سید ظہیر الدین اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوئے، آپ نے سید ظہیر الدین کو بغل میں لے لیا، اور بڑے لُطف و شفقت کے ساتھ فرمایا:۔ میں جو عاقبت عاقبت کہتا تھا یہی عاقبت ہے، اسکے بعد تین مرتبہ اُن کو بغل میں لیا اور آخری بار یہ آیت پڑھی:۔ لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا۔

اور حاضرین کو رحمت و مغفرت خداوندی کا اُمیدوار بنایا، اس کے بعد وہاں سے اُٹھے اور حجرہ میں تشریف لے گئے، اور سید ظہیر الدین کے ساتھ کچھ دیر بیٹھے اور ان سے کچھ دیر باتیں فرمائیں، اس کے بعد سلطان شاہ پرگنہ دار راجگیر اپنے بیٹے کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوا، اور ایک روغن کا سر ریاح پیش کیا، ارشاد ہوا کہ مولانا نظام الدین بھی لائے تھے، پھر شربت اور پان دے کر معذرت کی۔ اس کے بعد خلیل کے بھائی منور نے عرض کیا کہ توبہ و بیعت کرنا چاہتا ہوں؟ فرمایا:۔ آؤ! اس کی جانب ہاتھ بڑھا کر توبہ و بیعت سے مشرف فرمایا، پھر قینچی طلب کی قینچی سے بال تراشے اور کلاہ پہنائی، اور فرمایا:۔ جاؤ دوگانہ ادا کرو۔ اس طرح اس کے بیٹے نے بھی بیعت کی، اس کو بھی یہی حکم ہوا۔

اسی اثناء میں قاضی عالم احمد مفتی مولانا نظام الدین مفتی کے بھائی جو مریدانِ خاص میں سے ہیں آگئے، اور ادب کے ساتھ آپ کے سامنے بیٹھ گئے، اسی درمیان میں ملک حسام الدین کے بھائی امیر شہاب الدین اپنے لڑکے کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوئے اور آکر بیٹھ گئے، آپ کی نظر مبارک لڑکے پر پڑی، آپ نے فرمایا:۔ پانچ آیتیں پڑھ سکتے ہو؟ حاضرین نے عرض کیا ابھی چھوٹا ہے، سید ظہیر الدین مفتی کا لڑکا بھی حاضر تھا، میاں ہلال نے جب یہ دیکھا کہ آپ کو اس وقت کلام ربانی سُننے کا ذوق ہے، انھوں نے اس لڑکے کو بُلایا، اور پانچ آیتیں پڑھنے کی ہدایت کی، سید ظہیر الدین نے بھی جب یہ محسوس کیا کہ طبیعت مُبارک پر قرآن مجید سُننے کا تقاضا ہے تو اپنے لڑکے کو اشارہ کیا کہ قرآن مجید کی پانچ آیتیں پڑھو، لڑکا سامنے آیا اور مؤدب بیٹھ گیا، اس نے سُورۂ فتح کے آخری رکوع کی آیتیں محمد رسول الله والذین معه پڑھنی شروع کیں، حضرت مخدوم جو تکیے کے سہارے سے آرام فرما رہے تھے اُٹھ بیٹھے، اور معمول قدیم کے مطابق باادب دوزانو بیٹھ گئے، اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی توجہ سے قرآن مجید سننے لگے، لڑکا جب لیغیظ بھم الکفار پر پہونچا تو مرعوب ہوگیا اور اس سے پڑھا نہ جاسکا، آپ نے اس کو آگے کے لفظ کی تلقین فرمائی، جب لڑکے نے قراءت ختم کی تو آپ نے فرمایا کہ:۔ اچھا پڑھتا ہے، اور خوب ادا کرتا ہے لیکن مرعوب ہوجاتا ہے، اس موقع پر آپ نے ایک مغربی درویش کا ذکر کیا کہ کبھی اُس کی طبیعت حاضر ہوتی تھی، اور قرآن مجید سننے کا ذوق ہوتا تھا، اور کبھی طبیعت حاضر نہیں ہوتی تھی اور قرآن مجید سننے کا ذوق نہیں ہوتا تھا۔

اس کے بعد قاضی عالم کو شربت اور پان دینے کو ارشاد ہوا، اور معذرت فرمائی۔

آپ نے پیراہن جسم سے اُتارنا چاہا اور وضو کے لئے پانی طلب فرمایا اور آستین سمیٹی، مسواک طلب فرمائی، آواز سے بسم اللہ پڑھی اور وضو شروع فرمایا اور ہر موقع کی ادعیہ پڑھیں، کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے، مُنہ دھونا بھول گئے۔ شیخ فریدالدینؒ نے یاد دلایا کہ مُنہ دھونا رہ گیا، آپ نے از سرِ نو وضو کرنا شروع کیا، اور بسم اللہ اور وضو کی دعائیں جس طرح سے آتی ہیں بڑی احتیاط کے ساتھ پڑھتے تھے۔ مفتی سیّد ظہیر الدینؒ اور حاضرین مجلس دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے اور آپس میں کہتے تھے ایسی حالت میں یہ احتیاط؟ قاضی زاہد نے پاؤں دھونے میں مدد کرنی چاہی، حضرت مخدومؒ نے اُن کو روک دیا، اور فرمایا:۔ کھڑے رہو! اس کے بعد خود سے وضو پورا کیا، وضو مکمل کرنے کے بعد کنگھی طلب فرمائی اور داڑھی میں کنگھی کی، اس کے بعد مصلےٰ طلب فرمایا، نماز شروع کی، اور دو رکعت میں سلام پھیرا، تکان ہوجانے کی وجہ سے کچھ دیر آرام فرمایا۔ شیخ جلیل الدین نے عرض کیا کہ:۔ حضرت سلامت حجرہ میں تشریف لے چلیں، ٹھنڈک کا وقت ہوگیا ہے؟۔ آپ کھڑے ہوئے، جوتیاں پہنیں، اور حجرہ کی طرف چلے، آپ کا ایک ہاتھ مولانا زاہد کے کاندھوں پر تھا دوسرا مولانا شہاب الدین کے کاندھوں پر، حجرہ میں

آپ ایک شیر کی کھال پر لیٹ گئے۔ میاں مُنوّر نے بیعتِ توبہ کی درخواست کی، آپ نے اُنکی طرف ہاتھ بڑھا دیا اور اُن کو توبہ و بیعت سے مشرف کیا، اور اُن کے سر کے بال دونوں جانب سے تھوڑے تھوڑے تراشے، اُن کو کُلاہ پہنائی اور فرمایا جاؤ دوگانہ ادا کرو، یہ آخری بیعتِ توبہ تھی جو آپ نے کرائی، اس موقع پر ایک عورت اپنے دو لڑکوں کے ساتھ حاضر ہوئی، اور شرفِ قدمبوسی حاصل کیا۔ نمازِ عصر کے بعد مغرب کی نماز کے نزدیک خدام نے عرض کیا کہ:۔

حضرت چارپائی پر آرام فرمائیں؟ آپ چارپائی پر تشریف لے گئے اور آرام فرمایا۔

نمازِ مغرب کے بعد شیخ جلیل الدین، قاضی شمس الدین، مولانا شہاب الدین، قاضی نورالدین ہلال اور عتیق اور دوسرا احباب و خدام جو خدمت میں مصروف تھے چارپائی کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مخدومؒ نے کچھ دیر کے بعد باوازِ بلند بسم اللہ کہنی شروع کی، کئی بار بسم اللہ کہنے کے بعد زور زور سے پڑھا لا الٰہ الا انت سبحانك انی كنت من الظالمين اسکے بعد بار بار بلند آواز کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا، پھر کلمۂ شہادت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك له واشھد ان محمداً عبدہ ورسوله اس کے بعد فرمایا:۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر کچھ دیر تک کلمۂ شہادت زبان پر جاری رہا، پھر کئی بار فرمایا:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اسکے بعد بڑے اہتمام سے اور دل کی بڑی قوت اور بڑے ذوق و شوق سے محمدٌ محمدٌ محمدٌ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ الخ پھر یہ آیت پڑھی:۔ ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تا آخر، رضیت باللہ ربا و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیاً ۔ اسکے بعد تین مرتبہ کلمۂ طیبہ کا ورد فرمایا، پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے اور بڑے ذوق وشوق کے ساتھ جیسے کوئی دعا اور مناجات کرتا ہے، فرمایا، اللھم اصلح امۃ محمد اللھم ارحم امۃ محمد اللھم اغفر لامۃ محمد اللھم تجاوز عن امۃ محمد اللھم اغث امۃ محمد اللھم انصر من نصر دین محمد اللھم فرج عن امۃ محمد فرجا عاجلا اللھم اخذل من خذل دین محمد برحمتک یا ارحم الراحمین، ان الفاظ پر آواز بند ہوگئی، اس وقت زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے :۔ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون لا الٰہ الا اللہ۔ اسکے بعد ایک بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا، اور جان بحق تسلیم ہوئے۔ یہ واقعہ شب پنجشنبہ ۲۶ر شوال ۷۸۲ھ عشا کی نماز کے وقت کا ہے۔ اگلے روز پنجشنبہ کے دن نمازِ چاشت کے وقت تدفین عمل میں آئی۔[۱]

نمازِ جنازہ وتدفین نمازِ جنازہ حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے پڑھائی جو انتقال کے بعد پہونچے تھے۔ "لطائف اشرفی"[۲] میں حضرت مخدوم صاحبؒ کے خود

[۱] از رسالہ وفات نامہ از شیخ زین بدر عربیؒ۔ مطبع مفید عام آگرہ ۱۳۲۱ھ

[۲] لطائف اشرفی حضرت نظام الدین یمنی الملقب بہ نظام حاجی غریب الیمنی کی مرتب کی ہوئی ہے، جو حضرت اشرف جہانگیرؒ کے مرید تھے، اور آپ کی صحبت میں تیس سال رہے تھے، یہ حضرت اشرف جہانگیرؒ کی سوانح حیات بھی ہے اور آپ کی تعلیمات کا مجموعہ بھی۔ ۱۲

وصیت اور پیشگوئی فرمانے اور حضرت شیخ اشرف جہانگیرؒ کے وہاں پہونچنے اور حسب وصیت نماز پڑھانے کا واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم صاحبؒ کی وصیت واطلاع کے مطابق جنازہ تیار کرکے راستہ پر رکھ دیا گیا تھا اور ان کا انتظار تھا، شیخ اشرف جہانگیر دہلی سے بنگالہ سلسلۂ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ علاء الدین علاء الحق لاہوری پنڈویؒ کی خدمت میں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں بہار شریف میں اس وقت پہونچے جب حضرت مخدومؒ کا جنازہ تیار کرکے راستہ پر رکھ دیا گیا تھا اور امام کا انتظار تھا، آپ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور قبر میں اُتارا۔[۱]

قبر کچی ہے اور اُس پر کوئی گنبد نہیں ہے۔ سوریوں کے عہدِ سلطنت میں اُسکے گرد وپیش مکانات، مسجد اور حوض وفوارہ بنا، لیکن بخیال اتباعِ شریعت جس کا حضرت مخدومؒ کو بڑا اہتمام تھا، قبر اپنی حالتِ اصلی پر چھوڑ دی گئی۔[۲]

اولاد واعقاب صاحب سیرۃ الشرف لکھتے ہیں :۔

"مخدومؒ کی صلبی اولاد کا سلسلہ اس وقت ایک پوتی سے جاری ہے، آپ کے صاحبزادہ شاہ ذکی الدین نے آپ کی حیات ہی میں ایک لڑکی یادگار چھوڑ کر قضا کی۔ اس لڑکی کا بیاہ سید وحید الدین رضوی خواہرزادہ شیخ نجیب الدین فردوسیؒ سے ہوا، اس کدخدائی سے ایک لڑکی طہرا نام پیدا ہوئی، جو شہاب الدین علوی طوسی سے بیاہی گئی، ان کے دو بیٹے شیخ علیم الدین وشیخ امام الدین ہوئے، ایک زمانہ کے بعد جب فرزندانِ حسین بلخیؒ نوشۂ توحید نے

[۱] لطائف اشرفی مطبوعہ نصرت المطابع دہلی ۱۲۹۵ھ ص ۹۳

[۲] سیرت الشرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلع خلافت کیا تو سجادہان درگاہ حضرت بارکہ کی اولاد کو لاکر سجادۂ خلافت خانقاہ پر متمکن کیا،
ان میں سے پہلے بزرگ جو سجادہ پر بیٹھے وہ شاہ بیکہ تھے[1]

مخدوم صاحبؒ کے بھائیوں سے خاندانی سلسلہ چلا، اور ان کی اولاد اب بھی منیر اور صوبۂ بہار میں موجود ہے۔

ممتاز مریدین و خلفاء

صاحب سیرۃ الشرف لکھتے ہیں:۔ مخدومؒ کے مریدوں کی فہرست نہایت طویل ہے۔ نوشہ توحید ان کی تعداد لاکھ سے زیادہ بتاتے ہیں، یہ تعداد مبالغہ سے خالی نہیں معلوم ہوتی، بایں ہمہ اتنا ضرور کہا جائے گا کہ کثیر تھی، اور اس میں مسترشدین و تلامذہ بھی شریک ہیں۔ مخدومؒ کے ممیز مستفیدوں میں یہ تھے:۔

"مولانا مظفر بلخی، ملک زادہ فضل اللہ، مولانا نصیر الدین جونپوری، مولانا نظام الدین درو نخماری، شیخ عمر، قطب الدین، فخر الدین، شیخ سلیمان، خواجگی، خواجہ احمد، امام تاج الدین، حسین معز بلخی الملقب بہ نوشہ توحید، مولانا قمر الدین، مولانا ابو القاسم، مولانا ابو الحسن، قاضی شرف الدین قاضی منہاج الدین درو نخماری، مولانا تقی الدین اودھی، مولانا شہاب الدین ناگوری، شیخ خلیل الدین، مولانا رفیع الدین، مولانا آدم حافظ، زین بدر عربی، قاضی صدر الدین، شمس الدینؒ[2] خوارزمی، شیخ معز الدین، مولانا کریم الدین، خواجہ حافظ جلال الدین، خواجہ

---

[1] سیرۃ الشرف قلمی ۱۵ ۔ [2] صاحب سیرۃ الشرف کو مغالطہ ہوا ہے کہ یہ وہ شمس الدین خوارزمی ہیں جو سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں شمس الملک کے خطاب سے ملقب ہو کر منصب صدارت پر مامور ہوئے تھے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ شمس الملک مستوفی الممالک مولانا شمس الدین خوارزمی جو عہد بلبنی میں منصب صدارت پر فائز تھے آٹھویں صدی ہجری شروع ہونے سے پہلے وفات پا چکے تھے، بحضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ انھیں کے شاگرد تھے۔ یا تو صاحب سیرۃ الشرف کو نام میں مغالطہ ہوا ہے، یا حضرت مخدومؒ سے جن کو شرف استفادہ حاصل تھا وہ کوئی دوسرے شمس الدین خوارزمی تھے۔

حمید الدین سوداگر، شیخ مبارک، زکریا غریب، قاضی خاں، نجم الدین شاعر، قاضی بدر الدین ظفر آبادی مولانا لطف الدین، احمد سفید باف، شیخ ذکی الدین، مولانا نظام الدین خال زادہ مخدومؒ، مولانا احمد آمون، مولانا زین الدین، شیخ شعیب، سید شہاب الدین، عماد حالقی، حاجی رکن الدین مولانا اوحد الدین خواہر زادہ شیخ نجیب الدین فردوسی، سید جلال الدین خواہر زادہ شیخ نجیب الدین فردوسی، شیخ رستم و شیخ وجیہ الدین و شیخ وحید الدین (ہر سہ یاران شیخ نظام الدین ولیاؒ) مولانا حسام الدین امام ہیبت خانی وغیرہم[1]"

تصنیفات

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کا شمار کثیر التصنیف بزرگوں میں ہے، لیکن آپ کی بہت سی تصنیفات اور رسائل امتداد زمانہ اور لوگوں کی غفلت سے ضائع ہو گئے اور ان میں بہت سی کتابوں کے نام بھی سیر و سوانح میں محفوظ نہیں رہے، جو کتابیں ملتی ہیں یا تصنیفات میں ان کے نام نظر آتے ہیں وہ یہ ہیں:۔

"راحت القلوب، اجوبہ، فوائد رکنی، ارشاد الطالبین، ارشاد السالکین، رسالۂ مکیہ، معدن المعانی، لطائف المعانی، اشارات مخ المعانی، خوان پر نعمت، تحفۂ غیبی، رسالہ در طلب طالبان، ملفوظات، زاد سفر، عقائد شرفی، فوائد مریدین، بحر المعانی، صفر المظفر، کنز المعانی، گنج لایفنی، مونس المریدین، شرح آداب المریدینؒ[2]"

لیکن آپ کی سب سے بڑی یادگار اور آپ کے علوم مرتبت اور مقام تحقیق و اجتہاد کا سب سے بڑا مظہر آپ کے "مکتوبات" ہیں، اور "مکتوبات سہ صدی" وغیرہ کے نام سے ملتے ہیں۔

---

[1] سیرۃ الشرف ۱۱۵ و ۱۱۶ ۔ [2] سیرۃ الشرف و نزہۃ الخواطر وغیرہ۔۱۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششتم

"مکتوبات"

مکتوبات اور اُن کا علمی و ادبی پایہ

حضرت مخدومؒ کی زندہ یادگار اور اُن کے علوم و کمالات کا آئینہ ان کے مکتوبات کا وہ نادر مجموعہ ہے، جو نہ صرف اس عصر کی تصنیفات میں بلکہ معارف و حقائق کے پورے اسلامی ذخیرہ میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔ علم کی گہرائی، تحقیقات کی ندرت، مشکلات کی عقدہ کشائی، ذاتی تجربات، اذواق صحیحہ، مجتہدانہ علم و نظر، کتاب و سُنّت کے صحیح و عمیق فہم، مقامِ نبوت کی حرمت و عظمت کے بیان، شریعت کی حمایت اور وجد انگیز نکات اور شرعی لطائف کے اعتبار سے (ہمارے محدود علم میں) پورے اسلامی کتب خانہ میں حضرت مخدومؒ کے مکاتیب اور مکتوبات امام ربّانیؒ کی نظیر نظر نہیں آتی۔ ان مکاتیب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُمتِ محمدیہ کے محققین و عارفین کے علم و فکر کی رسائی کن بلندیوں تک ہے، اور انھوں نے معرفتِ الٰہی، ایمان و یقین، مشاہدہ و ادراک، تصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس، رُوح کی لطافت و ذکاوت، اخلاق کی باریکیوں، اور نفسِ انسانی کی کمزوریوں اور غلطیوں کے دریافت میں کہاں تک ترقیات و فتوحات حاصل کیں، اور اُن کی ذکاوت اور قوتِ فکریہ کے طائرِ بلند پرواز نے کن کن بلند شاخوں پر اپنا نشیمن بنایا،

اور کن کن فضاؤں میں پرواز کی۔

علوم و معارف کے علاوہ یہ مکاتیب زورِ قلم، قوتِ بیانی اور حُسنِ انشا کا بھی اعلیٰ نمونہ ہیں، اور اُنکے بہت سے ٹکڑے اس قابل ہیں کہ دنیا کے بہترین ادبی نمونوں میں شامل اور "ادبِ عالی" میں شمار کئے جائیں۔ دُنیا کی اکثر زبانوں اور علم و ادب کے بارہ میں یہ زیادتی کی گئی ہے کہ صرف اُن شخصیتوں کو ادیب، صاحب اسلوب اور انشا پرداز تسلیم کیا گیا ہے، اور انھیں کی تحریر اور نتائجِ فکر کو ادب کے نمونہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے جنھوں نے ادب و انشا کو ایک پیشہ یا ذریعہ اظہارِ کمال کے طور پر انتخاب کیا، یا جو قدیم زمانہ میں سرکار و دربار سے متعلق تھے، اور کوئی تحریری خدمت اُن کے سپرد تھی یا جنھوں نے انشا میں صناعی اور تکلف سے کام لیا، اس کا نتیجہ ہے کہ عربی ادب کی تاریخ میں انشا پرداز صاحب اسلوب کی حیثیت سے ہمیشہ عبد الحمید الکاتب، ابو اسحٰق الصابی، ابن العمید، صاحب ابن عباد، ابوبکر خوارزمی، ابو القاسم حریری اور قاضی فاضل کا نام لیا جاتا ہے، حالانکہ انکی تحریروں کا بڑا حصہ مصنوعی، زندگی اور رُوح سے محروم اور تاثیر سے خالی ہے، ان کے مقابلہ میں امام غزالی، ابن جوزی، ابن شداد، شیخ محی الدین بن عربی، ابو حیان توحیدی، ابن قیم، ابن خلدون کہیں بڑھ کر انشا پرداز کہلانے کے مستحق ہیں، اور ان کی تصنیفات میں صحیح اور طاقتور انشا، خیالات و جذبات کے اظہار اور انسانی تاثرات و احساسات کی تصویر کے نہایت دلکش اور دل آویز نمونے ہیں لیکن ان بے گناہوں کا گناہ یہ ہے کہ انھوں نے کبھی ادب و انشا کو اپنا مستقل پیشہ یا اظہارِ کمال کا ذریعہ نہیں بنایا، اور اُن کی اکثر تحریروں کا موضوع دینی یا علمی ہے۔

دلچسپ اور عبرت انگیز بات یہ ہے کہ ایک ہی مصنف دو کتابیں لکھتا ہے، ایک تو سراسر تکلف اور تصنع سے بھری ہوئی ہوتی ہے، اور دوسری سادہ اور بے تکلف، اسکے زمانہ کی سوسائٹی اور ادبی حلقے پہلی تصنیف کی داد و تحسین کی صداؤں سے گونج جاتے ہیں، اور شاید وہ مصنف خود بھی اسی کتاب کو حاصلِ زندگی اور سرمایۂ نازش و افتخار سمجھتا ہے، لیکن حقیقت پسند زمانہ اور انقلابِ روزگار اپنا صحیح فیصلہ صادر کرتا ہے، پُر تکلف تصنیف کتب خانوں کی زینت ہو کر رہ جاتی ہے، اور دوسری کتاب کو بقائے دوام کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلعت عطا ہوتا ہے، اور وہ گلشن بے خزاں کی طرح سدا بہار بن جاتی ہے۔ ابن جوزی کی مایۂ ناز تصنیف جس کا انھوں نے بڑے فخر کے ساتھ "المدہش" (حیرت میں ڈال دینے والی کتاب) نام رکھا تھا پردۂ خفا میں ہے لیکن اُن کی بے تکلف کتاب "صید الخاطر" جس میں انھوں نے نہایت سادہ طریقہ پر اپنی زندگی کے تجربات اور روزمرہ کے تاثرات قلمبند کئے تھے، اور جس کو شاید وہ خاطر میں بھی نہ لاتے ہوں، آج مقبول عام اور ادب کے طالب علموں کا مرکزِ توجہ بنی ہوئی ہے۔

ہندوستان کے فارسی ادب کی تاریخ کا جائزہ لیجئے تو یہاں کے ادب و انشا پر ظہوری، ابوالفضل اور نعمت خان عالی چھائے ہوئے نظر آتے ہیں، حالانکہ اگر انشا کے لئے جذبات و حقائق کے موثر اظہار کو معیار قرار دیا جائے تو ان کی تحریروں کا بڑا حصہ جن میں لفظی صنائع و بدائع اور لفظی رعنائیوں کا زور ہے، اپنی قیمت کھو دیتا ہے اور بہت تھوڑا حصہ ادب و انشاء کے فطری معیار پر پورا اُترتا ہے، ان کے مقابلہ میں ایسی بہت سی تصنیفات لائق اعتنا ٹھہرتی ہیں جن کو عام طور پر مورخین ادب اور خوگرِ تقلید ناقدین نے ہمیشہ نظر انداز کیا حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ شیخ احمد فاروقیؒ کے "مکتوبات" کا بڑا حصہ، عالمگیرؒ کے "رقعات"، شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی "ازالۃ الخفا" اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی "تحفۂ اثنا عشریہ" کے بہت سے ٹکڑے فارسی ادب و انشا کا کامیاب نمونہ ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر زبان میں ادب کا جو دائرہ کسی پیش رو نے کھینچ دیا اسکے حدود اربعہ سے باہر نکلنے، دوسرے علوم و فنون کے ذخیرے کو کھنگالنے اور نئے ادبی شاہکاروں کو دریافت کرنے کی دردسری عام طور پر گوارا نہیں کی گئی اور اس طرح صدیوں تک ان ادبی جواہرات پر خاک پڑی رہی۔

ادب و انشا کے سلسلہ میں عام مورخ و نقاد اکثر اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ تحریر کی قوت کلام کی تاثیر اور قبول عام و بقائے دوام کے لئے سب سے زیادہ معاون عنصر لکھنے والے کی اندرونی کیفیات، اس کا یقین، دلی جذبہ کسی حقیقت کے اظہار کے لئے اس کی بے چینی اور بے قراری ہے۔

ایسے کسی شخص کو جو اس اندرونی کیفیت سے سرشار اور اس کو دوسروں میں پیدا کرنے کے لئے مضطرب و بیقرار ہو جب قدرت کی طرف سے ذوقِ سلیم بھی عطا ہو، الفاظ و اسالیب بیان پر ضروری حد تک قدرت بھی حاصل ہو اور اس کی تحریر میں علم و ادب، عقل و استدلال اور حُسنِ بیان کے ساتھ سوزِ دروں اور خونِ جگر بھی شامل ہو تو اس کی تحریر میں ایسا اثر اور ایسا زور پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں ہزاروں دلوں کو زخمی کرتی ہے اور سیکڑوں برس گذر جانے کے بعد بھی اس کی تازگی و زندگی اور اس کی تاثیر و قوتِ تسخیر قائم رہتی ہے۔

تحریر و تقریر کو بہتر و کامیاب بنانے کے لئے جتنی صفات اور صلاحیتیں اور بلاغت کے اصول و قوانین ضروری ہیں ناقدین ادب نے ان سب کا تفصیلی جائزہ لیا ہے، اور ہر عہد میں ان پر بحث ہوتی رہی ہے، لیکن بہت کم لوگوں کو اس کا احساس ہوا ہے کہ ان صفات اور صلاحیتوں میں ایک بڑا موثر اور ناقابلِ فراموش عنصر یا عامل صاحب کلام کا اخلاص اور دردمندی ہے۔ ادب و انشاء کے ذخیرہ کا اگر ایک نئے اور زیادہ حقیقت پسندانہ اور گہرے نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے تو اس کو دو قسموں پر تقسیم کرنا بیجا نہ ہوگا۔ ایک وہ تحریریں یا اظہارِ خیال جو اندرونی تقاضے اور داعیہ اور کسی طاقتور عقیدہ یا یقین کے ماتحت وجود میں آئیں، اور ان سے مقصود کسی فرمائش یا حکم کی تعمیل، کوئی دنیاوی منفعت یا کسی صاحبِ اقتدار یا صاحبِ ثروت انسان کی رضامندی نہیں تھی، بلکہ وہ خود اپنے ضمیر یا عقیدہ کے فرمان کی تعمیل تھی جس میں اہلِ حکومت اور اہلِ ثروت کے فرمان سے زیادہ قوت ہوتی ہے اور جس سے سرتابی کرنا کسی صاحبِ ضمیر انسان کے بس میں نہیں ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جو کسی فرمائش کی تعمیل یا کسی دنیاوی منفعت کے حصول یا کسی بالاتر انسان کے حکم کی تعمیل میں ہو۔ ادب کی ان دونوں قسموں میں زمین آسمان کا فرق ملے گا۔ پہلا ادب "ہر کہ از دل خیزد بر دل ریزد" کا مصداق ہے، وہ طویل عرصہ تک زندہ رہتا ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کا موضوع دینی اور اخلاقی ہے، تو اس کا قلب اور اخلاق پر گہرا اور انقلاب انگیز اثر پڑتا ہے، ہر اڈل آدمیوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل میں اسکے پڑھنے سے اصلاح کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اسکے برخلاف دوسری قسم کا ادب داد و تحسین اور عارضی سُرور و خوش وقتی کے سوا روح اور قلب پر اپنا کوئی دیرپا اثر نہیں چھوڑتا، اس کی زندگی اور عمر محدود و مختصر ہوتی ہے، پہلے اَدب میں بے ساختگی اور بے تکلفی ہوتی ہے، دوسرے ادب میں صنعت اور اہتمام۔ اَدب کی بارگاہ میں بے ادبی نہ ہو تو ان دونوں قسموں میں وہی فرق ہے جو ایک تمثیلی حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی نے ایک شکاری کتے سے پوچھا کہ: "ہرن بھاگنے میں تم سے کیوں بڑھ جاتا ہے، اور تم اس کو کیوں نہیں پکڑ لیتے؟ اس نے جواب دیا اسلئے کہ وہ اپنے لئے دوڑتا ہے، اور میں اپنے آقا کے لئے"۔

ناقدین ادب نے وقت، ماحول، فضا اور طبیعت کے فراغ کو ادب و شاعری کے لئے بہت زیادہ سازگار و معاون عنصر تسلیم کیا ہے، اور بہت سے ادیبوں اور شاعروں نے اس کا اظہار کیا ہے کہ لبِ جو، کنارِ دریا، گوشۂ چمن، فصلِ بہار، نسیمِ سحر، صبح کا سہانا وقت، ان کی شاعری اور اُن کے ادب کے لئے محرّک بن جاتا ہے، اور ان میں بہت سے لوگ ایسے مقام کی تلاش اور ایسے وقت کے انتظار میں رہتے ہیں۔ اس طرح یہ حقیقت تسلیم کر لی گئی کہ روح کی لطافت اور دماغ کا سکون ادبیات کے لئے بہت معاون ہے۔

بعض اہلِ دل کے کلام میں جو غیر معمولی حلاوت اور قوت ہے، وہ ان کی روح کی لطافت اور قلب کی پاکیزگی اور اندرونی کیفیت و سرمستی کا نتیجہ ہے، اور اس کے لئے وہ کسی خارجی مدد اور مقام اور وقت کے محتاج نہیں ہوتے، اُن کی خوشی و سرمستی کا سرچشمہ اور ان کی دولت کا خزانہ اُن کے دل میں ہوتا ہے۔ خواجہ میر دردؔ نے جو خود صاحبِ دل اور صاحبِ درد تھے، اس پورے گروہ کی ترجمانی اس شعر میں کی ہے۔ ؎

جائیے کس واسطے اے دردؔ میخانے کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

غرض اس باطنی کیفیت، یقین و مشاہدہ، دعوت کے غلبہ، اہلِ عصر و اہلِ تعلق کو حقائق سے آگاہ کرنے اور منزلِ مقصود پر پہونچانے کے جذبہ، اخلاص و دردمندی، رُوح کی لطافت اور قلب کی پاکیزگی اور اس کے ساتھ

ذوقِ سلیم اور زبان پر قدرت نے حضرت شیخ شرف الدینؒ کو ایک بلند ادبی مقام عطا کیا ہے، اور انھوں نے اپنے خیالات و جذبات کے اظہار کیلئے ایک مستقل اسلوب پیدا کر لیا ہے جو انھیں کے ساتھ مخصوص ہے، ان کے مکتوبات نہ صرف فارسی ادبیات بلکہ اسلامی ادبیات میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں، اور معارف و حقائق، دعوت و اصلاح کے وسیع ذخیرے میں کم چیزیں ایسی ہوں گی جو اپنی ادبیت اور قوت و تاثیر میں ان کی نظیر ہوں۔

مکتوبات کے مجموعے اور ان کے مکتوب الیہ

مکتوبات کا سب سے مشہور اور متداول مجموعہ وہ ہے جو قاضی شمس الدین حاکم قصبہ چوسہ[1] کے نام کے مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں سَو مکاتیب ہیں، کہیں "مکتوبات حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ مُنیری قدس سرہٗ" کے نام سے چھپا ہے، اور کہیں "سہ صدی مکتوبات" کے نام سے، اور کہیں "مکتوبات صدی" کے نام سے۔ اس کے مرتب حضرت مخدومؒ کے معتمد خاص شیخ زین بدر عربی ہیں، وہ اس مجموعہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

"بندۂ ضعیف زین بدر عربی کہتا ہے کہ قاضی شمس الدین حاکم قصبہ چوسہ نے جو حضرتؒ کے ایک مرید ہیں، بار بار اس مضمون کے عریضے ارسالِ خدمت کئے کہ یہ غریب موانع کی بناء پر حضرت مخدومؒ کی مجلس میں حاضری اور شرفِ صحبت سے (جو علوم و معارف کے حصول کا ذریعہ ہے) محروم ہے، اور حضرت مخدومؒ سے دُور ایک دوسرے مقام پر پڑا ہے، اس کی درخواست ہے کہ علمِ سلوک کے ہر باب میں بندہ کے فہم و استعداد کے مطابق کچھ جز تحریر میں لے آیا جائے تاکہ یہ دُور افتادہ اس

---

[1] چوسہ حضرت مخدوم صاحبؒ کے عہد میں ایک مرکزی اور معروف مقام تھا، اس زمانہ میں ضلع شاہ آباد کمشنری پٹنہ کا ایک غیر مشہور دیہات ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استفادہ کرسکے۔ یہ درخواست جو بڑے اخلاص و الحاح سے کی گئی تھی منظور ہوئی، اور حضرت مخدومؒ نے مراتب و مقاماتِ سالکین اور احوال و معاملاتِ مریدین کے سلسلہ میں بقدرِ ضرورت کچھ قلمبند فرمادیا، اور اس طرح توبہ و ارادت، توحید و معرفت، عشق و محبت، گردش و روش، کشش و کوشش، بندگی و عبودیت، تجرید و تفرید، سلامتی و ملامتی، پیری و مریدی کے بہت سے ضروری اور مفید مضامین و ہدایات، سلف کی حکایات اور ان کے احوال و اعمال کا بہت سا ذخیرہ تحریر میں آگیا۔ یہ خطوط ۷۴۷ھ کے مختلف مہینوں میں بہار کے قصبۂ چوسہ بھیجے جاتے رہے۔ خدام و حاضرین خانقاہ نے ان مکتوبات کی نقل رکھ لی، اور ان کو مرتب کرلیا تاکہ اصحابِ توفیق، طالبینِ صادق اور بعد میں آنے والوں کے کام آئیں ؎

قاضی سر نشانہ شد و خود جہانیاں ٭ سرمایہ ہا برند ہمہ زین نقود و غیب

یارب ازیں نقود سرہ و نقی بہ بخش ٭ مارا کہ قلب و نا سرہ ہستیم پر زعیب

ایک دوسرا مختصر مجموعہ "مکتوباتِ جوابی" کے نام سے علاحدہ بھی شائع ہوا ہے، اور "سہ صدی مکتوبات" (شائع کردہ کتب خانہ اسلامی پنجاب لاہور) کے مجموعہ میں بھی شامل ہے، یہ اُن مکتوبات کا باقی ماندہ حصہ ہے جو شیخ مظفر کے نام ان کے عرائض کے جواب میں لکھے گئے، اور ان میں زیادہ تر راہِ سلوک میں پیش آنے والی مشکلات کا حل اور اس راہ کی ترقیات و کیفیات کا بیان ہے، اور ان سے شیخ مظفر کے علو استعداد اور انعاماتِ الٰہیہ کا اندازہ ہوتا تھا۔ شیخ مظفر نے وصیت کی تھی کہ یہ مکاتیب انھیں کے ساتھ دفن کردیئے جائیں، اتفاقاً کچھ مکاتیب پر بعض خدام کی نظر پڑ گئی اور انھوں نے اس کی نقل لے لی۔ یہ مجموعہ "مکتوباتِ جوابی" کے نام سے موسوم ہے، اس مجموعہ میں اٹھائیس (۲۸) مکاتیب ہیں۔

مکتوبات کا ایک تیسرا مجموعہ وہ ہے جس میں ایک سو ترپن (۱۵۳) مکتوبات ہیں، اور مختلف اشخاص کے نام ہیں، یہ مکتوبات جمادی الاولیٰ ۷۶۹ھ اور رمضان المبارک ۷۶۹ھ کے درمیان لکھے گئے ہیں۔ خاص خاص مکتوب الیہم کے

نام یہ ہیں:۔

"شیخ عمر ساکن قصبہ انگلی، قاضی شمس الدین، قاضی زاہد، مولانا کمال الدین سنتوسی۔ مولانا صدرالدین۔ مولانا ضیاء الدین، مولانا محمود سنگانی۔ شیخ محمد ظفرآبادی المعروف بدیوانہ، ملک الامرا ملک مفرح، مولانا نظام الدین۔ داور ملک داماد سلطان محمد۔ مولانا نصیرالدین، امین خاں۔ ملک خضر۔ شیخ قطب الدین۔ شیخ سلیمان۔ سلطان الشرق فیروز شاہ۔

مضامین کا ماخذ

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے مکتوبات کے مطالعہ سے پڑھنے والے کو صاف احساس ہوتا ہے کہ یہ بلند علوم، یہ نادر نکات اور تحقیقات لکھنے والے کی صرف ذہانت، وفورِ علم اور غور و مطالعہ کا نتیجہ نہیں، بلکہ یہ اس کے ذاتی تجربات اور اس کے ذوق و یقین کا نتیجہ ہیں۔ خدا کے علوئے بارگاہ، شانِ بے نیازی، اس کی داوری و کبریائی، جلال و جمال، مومن کے خوف و رجا، عارفین و واصلین بارگاہ کے ناز و گداز، سُرور و اندوہ، دریائے رحمت کی طغیانی، توبہ و انابت الی اللہ کی ضرورت پر جو لکھا گیا ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی محرمِ راز و آشنائے حقیقت لکھ رہا ہے۔

اسی طرح مرتبۂ انسانیت کی رفعت و بلندی، قلبِ انسان کی عظمت و وسعت، محبت کی قدر و قیمت انسان کی بلند پروازی، دُور رسی، مشکل پسندی اور عنقا طلبی، علوِ ہمت اور قوتِ طلب کے متعلق جو طاقتور مکتوبات لکھے گئے ہیں وہ اعلیٰ ترین تحریرات میں شامل ہونے کے قابل ہیں۔

نفس کے مغالطوں، شیطان کے فریب، اخلاقِ رذیلہ اور سلوک کی گھاٹیوں کے متعلق جو کچھ ارشاد ہوا ہے وہ سب طویل تجربے، وسیع علم اور عملی واقفیت پر مبنی ہے۔

اہلِ طریقت کی جن غلطیوں پر تنبیہ کیا گیا ہے، اور شریعت کی ضرورت، تکالیفِ شرعیہ کے ہمیشہ باقی رہنے، نبوت کی ولایت پر ترجیح، اور مقامِ نبوت کی عظمت کے متعلق جو کچھ تحریر ہوا ہے اس کی قدر و قیمت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور افادیت کا اندازہ لگانے کے لئے اس عصر اور ماحول کا جاننا ضروری ہے جس میں یہ مکتوبات لکھے گئے ہیں۔

ہم یہاں مختلف عنوانات کے ماتحت ان مکتوبات کے کچھ نمونے اور اقتباسات پیش کریں گے، جو لوگ تفصیل اور استیعاب کے خواہشمند ہیں وہ اصل مکتوبات کی طرف رجوع کریں۔

باب ہفتم

"مقامِ کبریا"

بے نیازی سلطان عالم

ایک مکتوب میں شہنشاہِ مطلق کی بے نیازی کو بیان کرتے ہیں کہ کسی کو اس سے چون و چرا کی گنجائش اور یارائے سوال نہیں لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ۔ وہ جس کو چاہے دولتِ ایمان اور نعمتِ قبول سے نوازے، اور جس کو چاہے راندۂ درگاہ اور مطرودِ بارگاہ بنادے، جس کو چاہے خاک سے افلاک پر پہونچادے، اور جس کو چاہے افلاک سے خاک پر گرادے۔

"اگر گوئی چرا چنین است"۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء (یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے اس سے نوازے) اگر تم کہو کہ ایسا کیوں ہے؟ تو جواب دیا جائے گا: ذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔

مکے با خداوند تواند کہ گوید چرا کے را	کس کی مجال ہے کہ خدا سے یہ کہہ سکے کہ
ایں دولت دادی دیگرے راندادی چنانکہ	کیوں فلاں کو یہ دولت دی فلاں کو نہیں
بادشاہے را شرف بدیگرے را منصب وزارت دہد	دی جیسا کہ ایک بادشاہ (اس عالم شہود میں)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو دیگرے را دربانی دستور بانی ہمچنیں اگر دولتے در دین بکسے دہد خواہد از خرابات ش بیروں آرد و خواہد از میان جولاہگان کناسان و ترہ فروشان و ظالمان و حرامخوران اگرا زہرہ آں کہ گوید اهؤلاء من الله علیهم من بیننا۔ فضیل عیاض را اگرچہ راہ زن است بیارید کہ خواندۂ ماست بلعم باعور را کہ چار صد سال بر سر سجادہ بود از درگاہ ما برانید کہ راندۂ ماست ما عمر را کہ بت پرستی دارد می خواہیم عزازیل را کہ ہفصد ہزار سال عبادت دارد نمی خواہیم کہ گوید چرا لا یسئل عما یفعل۔

ایک کو منصب وزارت سے سرفراز کرتا ہے دوسرے کو دربانی و کناسی پر مقرر کرتا ہے، اسی طرح جب وہ کسی کو دین کی دولت عطا فرماتا ہے تو کبھی اس کو خرابات سے اٹھا لاتا ہے کبھی بے حیثیت لوگوں، خاکروبوں کنجڑوں، ظالموں اور حرامخوروں کے گروہ سے نکال لاتا ہے، کس کا جگر ہے کہ کہے :- اهؤلاء من الله علیهم من بیننا (کیا اللہ کو ہمارے درمیان انھیں پر احسان کرنا تھا) حکم ہوتا ہے کہ فضیل بن عیاض کو اگرچہ وہ راہ زن ہے لاؤ وہ ہمیں مطلوب ہے بلعم باعور کو جو سات لاکھ برس تک مصلّے سے نہیں ہٹا ہماری درگاہ سے باہر لے جاؤ کہ وہ ہمارے یہاں کا نکالا ہوا ہے، ہم عمر کو جو بت پرستی میں مشغول ہے چاہتے ہیں عزازیل کو جو سات ہزار سال سے عبادت میں مشغول ہے نہیں چاہتے ہیں کس کی مجال ہے کہ کہے کیوں ——— (بیت) سہ

گرگ از رمہ بروآنچہ مراد دل او بود

گو بادیہ پیمائی ہمی مرد شبا نرا

”اگر نظر لطف افگند ہمہ عیب ما ہنر است

اگر مہربانی کی نظر ڈالے تو ہمارے سب عیب ہنر ہیں

در ہمہ نقصان ما کمال و ہمہ زشتی ما جمال، اے برادر مشتے خاک بود در عین مذلت در راہے افتادہ و پاکوب اقدام شدہ نظر لطف در آمد گفت ،۔ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً[1]“

ہمارے تمام نقص کمال اور ہماری تمام بدنمائی حسن و جمال۔ اے برادر! ایک مٹھی بھر خاک تھی، جو ذلت و خواری کی حالت میں راستہ میں پڑی، اور پاؤں کے نیچے آ رہی تھی لطف نوازش کی ایک نظر پڑی اور صدا آئی“۔ اِنی

جاعل فی الارض خلیفة

ایک دوسرے مکتوب میں اس شان بے نیازی کو دوسرے انداز میں بیان کرتے ہیں :-

”چشم بکشائے، وحسرت آدم بیں، و فریاد نوح بشنو، و بے کامی خلیل بیں، و حدیث مصیبت یعقوب بشنو، چاہ زندان یوسف ماہ رو بیں، و آرہ بر فرق زکریا نگر، و تیغ بر گردن یحییٰ بیں، جگر سوختہ و دل کباب گشتہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم و علیہم اجمعین بہ بیں، و برخوان کل شیئ هالك الا وجهه[2]“

چشم عبرت کھولو، آدم کی حسرت نوح کی فریاد سنو، ابراہیم خلیل اللہ کی ناکامی اور یعقوب پیغمبر کی مصیبت کی داستان پر کان دھرو، کوئیں میں یوسف ماہ رو کو دیکھو، حضرت زکریا کے سر پر آرہ اور حضرت یحییٰ کی گردن پر تلوار ملاحظہ کرو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوزش جگر و بیتابی دل پر غور کرو اور پڑھو۔ کل شیئ هالك الا وجهه۔

ایک جگہ بارگاہِ الٰہی کی بلندی کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”اے برادر بحقیقت بداں کہ بایں بضاعت

میرے بھائی اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کھوٹے سکوں

[1] مکتوب سی ام۔ [2] مکتوب سی و ہشتم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نا سرو مراد ترا دریں حضرت راہ نیست، الغرض کہ حوصلہ باز را آفریدہ اند در حوصلہ ما کنجشکان کجا گنجد قبائے کہ بربالائے صاحب دولتاں دوختہ اند برقد ما بے دولتاں راست کجا آید۔[سہ]

کے ساتھ ہماری تمہاری اس دربارِ عالی میں رسائی نہیں، جو لقمہ باز و شاہین کے معدہ کیلئے پیدا کیا گیا ہو وہ کنجشک اور چھوٹی چڑیوں کے معدہ میں کہاں سما سکتا ہے؟ وہ قبا جو صاحبِ اقبال و دولت کے جسم کے اندازے سی گئی ہو، ہم بے دولتوں کے حقیر قد و قامت پر کہاں راست آسکتی ہے؟

ایک دوسرے مکتوب میں یہ بیان کرتے ہوئے کہ لطفِ الٰہی کا کوئی جھونکا پہنچتا ہے اور ارادۂ الٰہی کا کوئی اشارہ ہوتا ہے تو خاک کو کیمیا بنتے اور مطرود و مردود کو مقبولِ بارگاہ ہوتے دیر نہیں لگتی۔ یہ بات جہاں بہت ڈرنے کی ہے وہاں بڑی اُمید و حوصلہ کی بھی ہے۔ فرماتے ہیں:-

"ایں دولت بفضل است نہ باستحقاق، بالله العظیم اگر باستحقاق بودے نصیب من و تو ذرہ نیامدے لیکن علت از میان برداشتند تا چنانکہ پاکاں اُمیدوار اند بے باکان و ناپاکاں ہزار چنداں دارند، آں مزبلہ کہ آشیاں سگان است روا بود کہ صدر ملوک گردد ولیکن اسباب درمیان است، اگر می خواہی کہ بجائے و یا کسے گردی لابد از آنجا

یہ دولت فضلِ الٰہی پر منحصر ہے نہ کہ استحقاق پر، بخدائے عظیم اگر معاملہ استحقاق پر رہتا، تو میرے اور تمہارے حصہ میں ایک ذرہ بھی نہ آتا لیکن علت کو درمیان سے اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ اب جس طرح پاک نفوس اس دولت کے امیدوار ہیں بے باک و ناپاک ہزار چند امیدوار ہیں، وہ مزبلہ (گھورا) جو کتوں کی نشست گاہ ہے ہو سکتا ہے کہ بادشاہوں کی

[سہ] مکتوب چہل ودوم۔

کہ نہاد شوریدہ و آلودہ تست پیشتر باید شد و قدمے چند باید زد از شریعت زاد و راحلہ، و از حقیقت بدرقہ[لہ]

شہ نشین بن جائے، لیکن حکمتِ الٰہی نے اس کے کچھ اسباب بھی مقرر کر دیئے ہیں اگر تمہیں منظور ہے کہ کسی مقام پر پہنچو یا کوئی چیز بن جاؤ، چونکہ تمہاری نہاد شوریدہ اور آلودہ ہے، مردانہ وار قدم اٹھانے پڑیں گے اور شریعت سے زاد و راحلہ اور حقیقت سے بدرقہ لینا پڑے گا۔

ایک دوسرے مکتوب میں اسی مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں:-

"فضل بے علت یکے را می نوازد، و عدل بے علت دیگرے را می گدازد، عمرؓ در بتخانہ مقبول و عبد اللہ بن ابی کعب در مسجد مخذول رحمت بر جانش باد کہ گفت:-

فضل بے علت ایک کو نوازتا ہے اور عدل بے علت دوسرے کو گھلاتا ہے، عمرؓ بتخانہ سے نکال کر مقبول بنائے جاتے ہیں اور عبد اللہ بن اُبی مسجد میں مخذول رہتا ہے

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ (بیت) ـــــــ ؏

آں را کہ تہی سوزی می دانی ساخت
وانرا کہ تہی سازی می دانی سوخت

"اے برادر مراد ترا کار با جبارے و قہارے افتادہ است کہ اگر خواہد بہشت را عین دوزخ گرداند و دوزخ را عین بہشت، و از کعبہ کلیسا بر آرد و از بتکدہ کعبہ سازد در قدرت او

میرے بھائی تمہیں تمہیں ایک جبار و قہار سے واسطہ ہے، اگر چاہے تو بہشت کو عین دوزخ قرار دے دے اور دوزخ کو عین جنت بنا دے کعبہ سے کلیسا برآمد کرے، اور بتکدہ کو

[لہ] مکتوب پنجاہم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر دو یکے است ہیچ زہرہ نماندہ است کہ
آب نشدہ است خوف آنست کہ دمبدم
و لحظہ بلحظہ می لرزی و می ترسی بناید کہ
دست روے علت از پردۂ غیب پیدا شود
و قہر نیست او را بے علت و لطفے است او را
بے علت از لطف آلودہ طلبد تا آب
مغفرت بشوید تا پاکی لطف از دل پیدا آید
قہر ش پاکی طلبد تا روئیش بدود ہجران سیاہ
کند تا پاکی سلطان قہر از اسباب ظاہر گرد
گاہ از زیر دامن شقی نبی بیروں آرد و گاہ
از زیر دامن نبی شقی پیدا آرد، گاہ سگے را
در صف اولیاء نشاند و گاہ ولی را در طویلہ
سگاں بندد و لکن چوں قبول خواہد کرد،
رد نکند و چوں رد خواہد کرد بہ ہیچ چیز
قبول نکند[1]۔

کعبہ بنا دے، اس کی قدرت و قوت کے
سامنے سب ایک ہے، کس کا زہرہ ہے کہ
آب نہ ہوا ہو، خوف یہ ہے کہ دمبدم
و لحظہ بلحظہ لرزاں و ترساں رہو، کہیں ایسا
نہ ہو کہ اس کا دستِ قدرت بے علت
پردۂ غیب سے نمودار ہو، اس کا قہر بھی بے علت ہے
اور اس کا لطف بھی بے علت ہے، اپنے
لطف و مہربانی سے ایک آلودہ (معاصی) کو
طلب کرتا ہے تاکہ اس کو آبِ مغفرت سے
دھوئے، تاکہ لطف کی پاکی دل سے ظاہر ہو
اس کا قہر کبھی کسی پاک کو طلب کرتا ہے تاکہ
ہجر کے دھوئیں سے اس کا چہرہ سیاہ کرے
تاکہ سلطانِ قہر کا اسباب سے بے نیاز ہونا
ثابت ہو جائے، کبھی کسی شقی کے دامن کے
نیچے سے نبی کو باہر لاتا ہے، اور کبھی کسی نبی کے
دامن کے نیچے سے شقی کو پیدا کرتا ہے، کسی کتے کو اولیاء کی صف میں
بٹھاتا ہے اور کبھی ولی کو کتوں کے طویلہ میں باندھ دیتا ہے، لیکن

[1] مکتوب پنجاہ و ہفتم (۵۷)۔

جب وہ کسی کو قبول کر لیتا ہے تو اس کو رد نہیں کرتا، اور کسی کو
رد کر دیتا ہے تو پھر کسی کے بدلہ میں قبول نہیں کرتا ——

ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں :-

"نظر بر قدرت و فضل او باید داشت اگر خواہد
ہزار ہزار کلیسا و بتخانہ را کعبہ و بیت المقدس
گرداند و ہزار ہزار عاصی و فاسق را حبیب اللہ
و خلیل اللہ خطاب کند و علت درمیان نہ
و اگر خواہد بیک لحظہ ہزار ہزار کافر را مومن گرداند
و ہزار ہزار مشرک و بت پرست را موحد
گرداند، و علتے درمیان نہ، و ہزار ہزار مخنثی
را محتی و ہزار ہزار خراباتی را مناجاتی کس را
زہرۂ چون و چرا نہ"

نظر قدرت اور فضل پر رکھنی چاہئے، اگر چاہے
ہزار ہزار کلیسا اور بتخانہ کو کعبہ اور بیت المقدس
بنا دے اور ہزار ہزار عاصیوں و فاسقوں کو حبیب اللہ
اور خلیل اللہ کا خطاب دے، علت درمیان میں
نہیں ہے، اگر چاہے ایک لحظہ میں ہزار کافروں کو
مومن بنا دے اور ہزار ہزار مشرکوں و بت پرستوں
کو موحد کر دے، اس کے لئے کسی علت کی ضرورت
نہیں، ہزار ہزار مخنثوں کو محتی اور ہزار
ہزار خراباتیوں کو مناجاتی بنا دے، کسی کو
چون و چرا کا زہرہ نہیں ہے —— ؎

ہست سلطانی مسلم مر ترا
نیست کس را زہرۂ چون و چرا

بسا پیرے مناجاتی کہ از مرکب فرو ماند ❊ لسان خراباتی کہ زیں بر شیر نر بندد[1]

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں :-

[1] مکتوب شصت و دوم (۶۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"خود آں کند کہ خواستہ است نہ ہلاک کس بیند
و نہ نجات کس یکے در بادیہ بہ تشنگی جان می داد
و می گفت چندیں دریہائے آب و من بہ تشنگی
جان می دہد از غیب ندا شنید کہ ہزار
ہزار صدیق را در بادیہ خونخوار آریم و بہ تیغ
مشیت خود ہمہ را ہلاک کنیم تا زاغے چندرا
از کلہ و دیدۂ ایشاں قوت سازیم و اگر
معترضے زبان اعتراض برخواست ما بکشاید
ایں مہر سیاست بر زبان او نہیم کہ لا یسئل
عما یفعل زاغ زاغ ما صدیق صدیق
ما فضول در میان کیست ۱؎؟"

جو چاہتا ہے کرتا ہے، نہ کسی کی ہلاکت کی
پرواہ ہے نہ کسی کی نجات کی۔ ایک صحرا میں
پیاس سے جان دیتا ہے اور کہتا ہے کہ پانی کے
اتنے دریا بہہ رہے ہیں اور میں پیاس سے جان
دے رہا ہوں، غیب سے صدا آتی ہے کہ ہزاروں
صدیقین کو ہم خونخوار جنگل میں لاتے ہیں اور
اپنی تیغ مشیت سے سب کو ہلاک کر دیتے ہیں
تاکہ کچھ زاغ و زغن ان کے کلہ اور دیدہ سے
اپنی روزی حاصل کریں، اگر کوئی معترض
زبان اعتراض کھولتا ہے تو ہم اس کی
زبان پر یہ کہہ کر مہر لگا دیتے ہیں کہ :۔

لا یسئل عما یفعل۔ پرندے بھی ہمارے ہیں اور صدیق
بھی ہمارے۔ بیچ میں سوال و اعتراض کرنے والا کون؟۔

ایک دوسرے مکتوب میں یہ مضمون بیان کرتے ہوئے کہ کسی کو اپنے انجام کی خبر اور یہ معلوم نہیں کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا، اور یہ کہ دونوں طرح کے معاملوں کا امکان ہے، اور دونوں کے بےشمار واقعات، ایسا پُراثر مکتوب تحریر فرماتے ہیں جس کو پڑھ کر آدمی کا پتہ پانی ہو جاتا ہے :۔

"اے برادر راہ نا ایمن است منزل بس دور"

میرے بھائی راستہ غیر محفوظ ہے، منزل دُور دَراز

۱؎ مکتوب پنجاہ و ششم (۵۶)۔

و محبوب و مطلوب نامتناہی و قالبے ضعیف و
دلے بیچارہ و جانے عاشق و سرے مشتاق،
بیت ؎

محبوب و مطلوب نامتناہی، جسم ضعیف، دل بیچارہ،
جان عاشق، سر مشتاق ــــــ
شاعر کہتا ہے :ــــــ

جز جان و جگر نیست شکار خور تو
زانست کہ ہر سگ نہ دارد سر تو

"بس خرمن طاعت کہ بوقت نزع وقدمنا
الی ما عملوا بباد بے نیازی بر دہند
و بس سینہ آباداں کہ در حالت سکرات موت
وبدا لھم من اللہ ما لم یکونوا
یحتسبون، خراب کنند بس روئے کہ
در لحد از قبلہ بگردانند، بس آشنا را کہ
در شب نخستیں بیگانہ خوانند یکے را گویند
نم کنومۃ العروس، دیگر را گویند
نم کنومۃ المنحوس، روئے می آید کہ
بہ ہیچ طاعت باز نگردد"

کتنے خرمنِ طاعت ہیں جو نزع کے وقت
وقدمنا الی ما عملوا من عمل
فجعلناہ ھباءً منثورا کی بے نیازی
کی آندھی کے نذر ہو جاتے ہیں، اور کتنے
آباد سینے ہیں جن کو سکرات موت میں
وبدا لھم من اللہ ما لم یکونوا
یحتسبون کا فرمانِ سلطانی ویران
کر دیتا ہے، کتنے چہرے ہیں جن کو لحد میں
قبلہ سے پھیر دیتے ہیں، کتنے آشنا ہیں جن کو
پہلی ہی شب میں بیگانہ کہہ دیتے ہیں، کتنے ہیں
جن سے کہا جاتا ہے "نم کنومۃ العروس" اور دوسرے سے
ارشاد ہوتا ہے "نم کنومۃ المنحوس" کبھی ایسا رد کرتے ہیں
جو کسی طاعت پر بھی واپس نہیں لیتے۔ شعر ؎

من لم یکن للوصال اھلا ✧ فکل احسانہ ذنوب

www.KitaboSunnat.com

"وقبولے می آید کہ از ہیچ معصیت نیندیشد" شعر ؎

اور کبھی ایسا قبول کرتے ہیں کہ پھر کسی معصیت کی پرواہ نہیں ہوتی۔

فی وجهه شافع یمحو اساءته
من القلوب ویأتی بالمعاذیر

"خلیل را از بتخانہ آزر بیں ویخرج الحی من المیت می خواں وکنعاں را درسرائے نوحؑ بنگر ویخرج المیت من الحی میداں، اثبات آدمؑ بیں کہ زیان ذلت محو نگردد ومحو ابلیس بہ بیں کہ اثبات طاعت سود نداشت چنانکہ لھم البشریٰ خوانندگان راہمراہ است لا بشریٰ یومئذ للمجرمین راندگان راہ درراہ است چنانکہ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود بیان است یعرف المجرمون بسیماھم نشان است۔"

خلیل اللہ کو بتخانے سے نکلتا ہوا دیکھو اور یخرج الحی من المیت پڑھو، کنعان کو نوحؑ کے گھر سے باہر آتا ہوا دیکھو اور یخرج المیت من الحی کو یاد کرو۔ آدمؑ کے نقش کو ایسا دوام بخشا کہ لغزش کا نقصان بھی اس کو مٹا نہ سکا، ابلیس کو حرفِ غلط کی طرح ایسا مٹایا کہ بڑی طاعتوں کے حق نے بھی اُس کو کچھ فائدہ نہ پہونچایا، جس طرح کسی کے لئے لھم البشریٰ کی بشارت ہے اسی طرح راندگانِ درگاہ کے لئے لا بشریٰ یومئذ للمجرمین کا اعلان بھی ہے جیسے کہیں سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ہے، ایسے ہی یعرف المجرمون بسیماھم بھی۔

شاعر نے ٹھیک کہا ہے

(رباعی)

غافل منشیں زخویش چوں بیخبرے ٭ حاصل کن ازیں جہانِ فانی ہنرے
خود بنشیند غبار وشک برخیزد ٭ کاسپ است بریرانت یا لاشہ خرے

"تاتوانی بادل شکستہ باش وخراب"[1]

جہاں تک ہو سکے دل شکستہ رکھو اور ویران

ایک دوسرے مکتوب میں یہ بتاتے ہیں کہ شہنشاہ مطلق کے صفات ومعاملات جمالی وجلالی قہاری وغفاری دونوں اپنا اپنا عمل کرتے ہیں، اور یہ دونوں صفتیں اپنے عمل میں ایسی آزاد ہیں اور عالم میں اُن کے ایسے تصرفات ہیں کہ مومن کے لئے خوف ورجا (امید وبیم) کے درمیان رہنے کے سوا چارہ نہیں ایک جگہ اللہ تعالیٰ کی شان فعالٌ لما یرید کی تشریح کرتے ہوئے، اور اس کی مثالیں دیتے ہوئے اپنے اس زورِ قلم اور اس یقین ووثوق کے ساتھ جو انھیں کا حصہ ہے، لکھتے ہیں:۔

"گاہ لطف بے علت می گوید کہ در آئی کہ ایں خاک درگہ در مرسگے توتیائے دیدۂ دوستاں می سازند وبہ تشریف وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید در کلام مجید خود تا قیامت می نوازند گاہ قہرے علت ندا می کند الحذر الحذر اینجا معلم الملکوت را کہ ہفصد ہزار سال معتکف درگاہ بود لباس ملکی از سرش برمی کشند وداغ وان علیک لعنتی بر پیشانی آدمی

کبھی لطف بے علت کہتا ہے کہ اندر آجاؤ کہ یہاں کتے کے پاؤں کی گرد کو بھی دوستوں کی آنکھ کی توتیا بناتے ہیں، اور وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید کہہ کر قیامت تک کے لئے کتے کا مرتبہ بڑھاتے ہیں، اور کبھی قہر بے علت آواز دیتا ہے کہ خبردار خبردار یہاں معلم الملکوت کے سر سے جو سات لاکھ سال معتکف درگاہ رہا ہے لباس ملکی اُتار کر وان علیک لعنتی

[1] مکتوب ہفتاد وہفتم (۷۷)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہند گاہ عمرے راکہ بیگانہ بود در کلیسا از پیش بت بری دارند و می گویند انا لک شئت ام ابیت وانت لی شئت ام ابیت، گاہ بلعم بن باعو را کہ یگانہ بود و اسم اعظم خلعت داشت از مسجد بیروں می کنند و در طویلۂ سگاں می بندند و می گویند فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث گاہ ہزار آسیا بلا در حادعنا بر دل و جگر مرید می رانند، گاہ ہزاراں ساکنان خطائر قدس را بر استقبال می فرستند و بلطف می خوانند، گاہ کوہے می بخشند، گاہ کاہے نگزارند، گاہ در صدر بہشت نشانند، گاہ بیروں کنند و بر در نگزارند، ایں جا عقل و علم نگونسار ند، ایں جا پیر و مرید نقش بر دیوار اند، ایں جا "فعال لما یرید" است، ایں جا یفعل اللہ مایشاء و یحکم مایرید" است[1]۔

کا داغ اس کی پیشانی پر لگا دیتے ہیں، کبھی عمر کو جو بیگانہ تھا بت کے سامنے سے ہٹا کر اپنے پاس بلا کر کہتے ہیں میں تمہارا ہوں چاہو یا نہ چاہو، اور تم میرے ہو چاہو یا نہ چاہو، اور کبھی بلعم باعور کو جو یگانہ تھا اور اسم اعظم کے خلعت سے سرفراز تھا مسجد سے باہر کھینچ کر کتوں کے طویلہ میں باندھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث (اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے، اور اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے تب بھی ہانپے) کبھی ہزار بلاؤں اور تکلیفوں کی چکیاں طالب کے دل و جگر پر چلاتے ہیں، کبھی کبھی ہزار در ہزار ساکنین خطیرۃ القدس کو اس کے استقبال کے لئے بھیجتے ہیں۔ اور بڑی مہربانی اور دلنوازی کے ساتھ اس کو اپنے پاس بلاتے ہیں، کبھی کبھی پورا پورا پہاڑ بخش دیتے ہیں اور کبھی ایک تنکا بھی نہیں

[1] مکتوب ہفتاد و ہشتم (۷۸)۔

چھوڑتے، کبھی بہشت کے صدر مقام پر بٹھاتے ہیں، اور کبھی ایسا باہر نکالتے ہیں کہ دروازہ پر بھی نہیں چھوڑتے، یہاں عقل و علم نگونسار ہیں اور پیر و مرید نقش بر دیوار، یہاں فعال لما یرید کا ظہور ہے اور یفعل اللہ مایشاء و یحکم مایرید کی تجلی۔

دریائے رحمت کا جوش

اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی و استغنا، اختیارِ مطلق، قدرت کاملہ اور جباری اور قہاری کے متعلق اوپر ایسے اقتباسات گذر چکے ہیں کہ ان کو پڑھ کر انسان پر ایک لرزہ طاری ہو جاتا ہے، اور کچھ عجب نہیں کہ ایک مخلص اور صاحب یقین کی زبان سے جس کو اللہ تعالیٰ نے تعبیر و تحریر کی پوری قوت عطا فرمائی ہے، پڑھنے والے پر مایوسی کی کیفیت طاری ہو جائے اور اس کو اپنا کہیں ٹھکانا نظر نہ آئے۔ علمائے ربانی اور نائبین رسولؐ بشیر و نذیر کا نمونہ ہوتے ہیں، اور وہ بندگانِ خدا کو خدا کی رحمت سے مایوس نہیں کرتے، بلکہ ان کا حوصلہ بڑھاتے ہیں، اور عمل و کوشش پر آمادہ کرتے ہیں کہ یہی انبیاءؑ کی بعثت اور ان کے نائبین کی دعوت اور جد و جہد کا مقصود ہے، جلال کے ساتھ جمال، قہاری کے ساتھ غفاری کی شان بھی اسی وضاحت اور قوت کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور ورحمتی وسعت کل شیئ اور قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم کی تفصیل اسی بلاغت اور خطابت کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

جس بلیغ و پُرزور قلم نے آفتاب قہر کی تابش و سوزش اور شہنشاہ مطلق کی بے نیازی اور کبریائی کو بیان کیا تھا، اب وہ اسی زور اور بلاغت کے ساتھ دریائے رحمت کی طغیانی اور خدائے کریم ارحم الراحمین کی آمرزش و بخشش اور نکتہ نوازی کا نقشہ کھینچتا ہے، اور اس طرح دعوت میں توازن پیدا ہوتا ہے جو انبیاءِ کرام کا ورثہ اور اُن کے نائبینِ برحق کا حصّہ ہے، فرماتے ہیں:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اے برادر چوں دریائے رحمت حق موج
کرامت و مغفرت زند جملہ زلات و معاصی
منعدم و لاشی گردد ہمہ عیب رنگ ہنر گیرد
زیرا کہ زلت و معصیت لم یکن است و رحمت
لم یزل است لم یکن بالم یزل کے برابر
تواند شد و اورا باایں خاک کار برحمت است
واگرنہ ایں سیاہ گلیم وجود ما و ایں ذرہ خاک
ناپاک ما را کے زہرہ بودے کہ قدم بر حاشیہ
بساط مالک الملک نہادے ولے بسا خراباتی
درشے کہ صدیت شیطان در رشئے مالیدہ
و درخت روزگارش در مزبلۂ شہوات
بالیدہ ناگاہ علی الفتوح رسول معبول
وصول پدید آمدہ گفتہ الحبیب
یقرئك السلام ویقول لی
معك کلام[1] "

میرے بھائی! جب اللہ تعالیٰ کے دریائے
رحمت میں کرامت و مغفرت کی موج اٹھتی ہے
تو تمام لغزشیں اور معاصی معدوم و فنا
ہو جاتے ہیں اور سب عیب، ہنر بن جاتے ہیں
اس لئے کہ زلت و معصیت حادث اور
فانی ہے اور رحمت حق لم یزلی، حادث
و فانی ابدی اور لم یزلی کا کیا مقابلہ
کر سکتے ہیں، اس مشت خاک کا سارا
دار و مدار رحمت ہی پر ہے، ورنہ ہمارے
اس وجود کی یہ سیاہ گلیم اور ہماری خاک
ناپاک کے اس ذرہ کا کیا حوصلہ تھا کہ
مالک الملک کے حاشیۂ بساط پر قدم
رکھتا، کتنے اہلِ خرابات ہیں جن کے
چہرہ پر شیطان نے سیاہی مل دی ہے اور
جن کی قسمت کا درخت خواہشات نفسانی

کے مزبلہ میں اُگا ہے، ناگاہ قبولیت حق کا قاصد نمودار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ محبوب حقیقی تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔

[1] مکتوب پنجاہ و ششم (۵۶)۔

صلائے عام

وہ اپنے مکتوب الیہ کا حوصلہ بڑھاتے ہیں اور اصلاح حال ترقی اور خدا کی رحمت کا ایسا شوق دلاتے ہیں کہ گویا مائدہ شاہی چنا ہوا ہے اور ساری دنیا کو صلائے عام ہے اور میخانۂ رحمت جوش پر ہے، یہاں محروم رہنے کا کوئی سوال نہیں، اور یہ کہ مطلوب خود طالب کو سہارا دینے والا اور اپنی طرف کھینچنے والا ہے، ورنہ کہاں یہ ظلوم و جہول، حادث و فانی انسان کہاں وہ ملک قدوس۔ لیس کمثلہ شیئ۔ ؎

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست
بر کریماں کارہا دشوار نیست

"درِ کرم باز است و مائدہ کشیدہ بشتاب
و خود را دریاب، اے برادر از آنجا کہ بشر است
طلب او چہ تواند بود اما کرم فیاض نہ خواجہ
را می گذارد و نہ غلام را و نہ تونگر را و نہ
درویش را، چوں آفتاب از برج خویش
طالع گردد اگر اہل عالم کمر طلب در میان
بندند تا ذرہ از نور او بدست آرند نتوانند
ولکن او خود بحکم کرم چنانچہ در کوشک
سلطانان و سرائے خواجگان بتابد در کلبۂ
گدایان و زاویہ اندوہ درویشان نیز بتابد
و خاک و آب را ببیں ایں دولت را ببیں
کہ یحبہم و یحبونہ۔ و دیگر

دروازۂ کرم کھلا ہوا ہے اور دسترخوان لگا ہوا ہے
جلدی کرو اور اپنے کو پالو اے بھائی! بشر کیا
بشر کی طلب کیا! لیکن کرم بے نہایت نہ آقا کو
چھوڑتا ہے نہ غلام کو، نہ غنی کو نہ فقیر کو،
جس طرح کہ آفتاب جب اپنے برج سے
طلوع کرتا ہے اگر اہلِ عالم کمر ہمت باندھ لیں
کہ اس کے نور کا ایک ذرہ اپنے ہاتھ میں
لے لیں اس پر وہ قادر نہیں لیکن وہ خود
اپنی سخاوت و فیض عام کی بنا پر جس طرح
کوشک سلطانی پر اور سرائے امرا پر چمکتا ہے
فقیروں اور بے نواؤں کے کلبۂ احزان کو
بھی روشن کرتا ہے، تم خاک و آب کو مت دیکھو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الی اللہ ولی الذین اٰمنوا و دیگر
سقاھم ربھم ملک مقرب را ایں
تشریف وخلعت کہ تراہست نیست
فرشتگان مقرب ومعصوم ہستند وپاکان
ومقدسان وسبحان وروحانیان ہستند
ولیکن خود کار آب گل دیگر است۔"

اس دولت واقبال کو دیکھو کہ یحبھم
ویحبونہ، ارشاد ہے ایک جگہ فرماتا ہے
اللہ ولی الذین اٰمنوا، دوسری جگہ
فرماتا ہے وسقاھم ربھم، مقرب
فرشتے کو بھی یہ عزت وخلعت حاصل نہیں
جو تم کو حاصل ہے۔ ملائکہ مقرب ہیں،

معصوم ہیں، پاک ہیں، مقدس ہیں، بڑی تسبیح وتقدیس کرنے والے اور بڑے رُوحانی ہیں لیکن آب وگل کا معاملہ ہی دوسرا ہے۔

کریم نکتہ نواز

رحمت کی اس وسعت اور خود رحیم کی دستگیری، چارہ سازی اور نکتہ نوازی کی بنا پر وہ بڑے سے بڑے عاصی اور آلودہ معاصی کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ رجوع وانابت سے کام لے، اور صدق دل سے توبہ کر کے اپنی قسمت اور اپنی حقیقت میں بڑی سے بڑی تبدیلی پیدا کرلے، وہ اس موقع پر گناہگاروں اور ان بے قیمت چیزوں کو یاد دلاتے ہیں جن کی دیکھتے دیکھتے قسمت بدل گئی، اور وہ بے قیمت سے بیش قیمت بن گئیں۔ گناہ کتنے زیادہ ہوں خدا کی رحمت ان سے کہیں وسیع اور کہیں قوی اور غالب ہے۔ سودا کتنا ہی عیب دار وناقص ہو جب نقاد خریدار نے خرید لیا تو پھر اس میں کیا عیب رہ جاتا ہے، اور کسی کا کیا مُنہ ہے کہ اس میں عیب نکالے۔ فرماتے ہیں:۔

"اے برادر ہر چند آلودہ وملوثے چنگ
بتوبہ زن واُمید وار باش کہ از سحرۂ فرعون
آلودہ ترنہ، واز سگ اصحاب کہف
ملوث ترنہ، واز سنگ طور سینا جماد ترنہ،

اے بھائی تم کتنے ہی آلودہ وملوث ہو
دامن توبہ تھام لو، اور اُمیدوارِ رحمت بنجاؤ
کہ تم نہ ساحران فرعون سے آلودہ تر ہو اور
اور نہ اصحاب کہف کے کتے سے زیادہ گندے۔

واز چوب حنانہ بے قیمت ترنہ، غلام را
اگرچہ از حبش آرند چہ زیاں دارد وچوں خواجہ
اش کافور نام نہد، چوں ملائکہ گفتند کہ مارا
بفساد ایشاں طاقت نیست ندا آمد آرے
اگر بدر شما فرستم رد کنید واگر بر دست شما
بفروشم مخرید می ترسید کہ معصیت ایشاں از
رحمت ما زیادت آید یا می ترسید کہ
آلودگیِ ایشاں بر کمال قدوسی ما لوثی آرد
ایں مشتے خاکیانند کہ در حضرت ما مقبول
آنند، چوں قبول ما آمد معصیت وآلوش
ایشاں راچہ زیاں کند۔

نہ طور سینا کے پتھر سے زیادہ بڑھ کر جماد، اور نہ
ستون حنانہ[1] سے بڑھ کر بے قیمت، غلام کو
اگر حبش سے پکڑ کر کے لاتے ہیں تو کیا عیب
کی بات ہے جبکہ اس کا آقا اس کو کافور
لقب دیتا ہے، جب ملائکہ نے عرض کیا کہ
ہم کو اس مشتِ خاک کے فساد کی طاقت نہیں،
آواز آئی کہ اگر ہم اس کو تمہارے دروازے
بھیجیں رد کر دینا، اگر تمہارے ہاتھ
بیچیں تو مت خریدنا، تم ڈرتے ہو کہ ان
انسانوں کی معصیت ہماری رحمت سے
زیادہ ہوگی، یا اس سے ڈرتے ہو کہ ان کی

آلودگی ہمارے کمالِ قدوسیت پہ داغ ڈال دے گی، یہ مشتِ خاک ہیں جو ہماری بارگاہ میں مقبول ہیں اور ہمیں قبول ہیں، انکی معصیت وآلودگی سے کیا نقصان۔

شاعر نے خوب کہا ہے ؎

[1] ستون حنانہ، مسجد نبوی کا وہ چوبیں ستون تھا جس کے سہارے سے کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر نبوی بن گیا اور آپ نے اس پر ایستادہ ہو کر خطبہ دینا شروع فرمایا، تو دردِ فراق سے لکڑی کے اس ستون کی چرچراہٹ کی آواز سُنی گئی۔ ۱۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سراسر ما ہمہ عیبیم بدیدی و خریدی تو
زہے کالائے پرعیب و زہے لطفِ خریداری[1]

توبہ کی تاثیر

توبہ سے انسان کی حالت میں جو تغیر اور اس کو جو ترقی اور کمال حاصل ہوتا ہے، توبہ کی کیفیت اور اس کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"توبہ ایں بود مرید بحقیقت ایں جا تائب گردد، وایں را گردش خوانند یعنی از حال پلیدی و آلودگی بحال پاکی بگشت کلیسا بود مسجد گشت بتخانہ بود صومعہ گشت، دیو بود آدمی گشت خاک بود زر گشت، شب تار بود روزِ روشن گشت آں گاہ بر دل مرید آفتاب ایمان طالع شود و اسلام جمال خود بد و نماید و بر سر کوئے معرفت رہ یابد۔"[2]	توبہ اس طرح ہوتی ہے اور مرید اس موقع پر تائب ہوتا ہے اس کو گردش کہتے ہیں یعنی پلیدی اور آلودگی کی حالت سے پاکی کی حالت میں وہ تبدیل ہو گیا، کلیسا تھا مسجد ہو گیا، بتخانہ تھا عبادت گاہ بن گیا، سرکش تھا انسان بن گیا، مٹی تھا سونا بن گیا، اندھیری رات تھی روز روشن ہو گیا، اس وقت مومن کے دل پر ایمان کا آفتاب طلوع کرتا ہے اور اسلام اپنا جمال دکھاتا ہے اور کوچۂ معرفت کی وہ راہ پاتا ہے۔

[1] مکتوب دوم (۲)۔
[2] مکتوب بست ونہم (۲۹)۔

باب ہشتم

مرتبۂ انسانیت

ایک انقلاب انگیز دعوت

کتاب کے موثر ترین حصّوں میں سے ایک حصّہ وہ ہے جو انسان کے مقام اور مرتبہ، قلب انسانی کی وسعت و رفعت، انسان کی صلاحیتوں، اس کی ترقی کے امکانات، اور محبت کی قدر و قیمت کے متعلق لکھا گیا ہے۔

اس موضوع پر نظم میں حکیم سنائیؒ، خواجہ فرید الدین عطارؒ اور مولانا رومؒ نے بہت کچھ فرمایا ہے لیکن نثر میں حضرت مخدوم الملک بہاریؒ کے مکتوبات سے زیادہ طاقتور، بلیغ اور موثر تحریر نظر سے نہیں گذری۔ ان کو پڑھ کر انسان کے دل میں اعتماد و حوصلہ، جرأت و ہمت، اُمید و رجا، ترقی و پرواز اور ان انتہائی کمالات تک پہونچنے کی اُمنگ پیدا ہوتی ہے جو انسان کے لئے مقدر ہیں۔ اور اس یاس و نا اُمیدی کم حوصلگی و بے اعتمادی افسردگی و شرمندگی کا ازالہ ہوتا ہے جو "خود شکنی" و "خود انکاری" کے بعض کوتاہ اندیش مبلغوں نے پیدا کر دی تھی، اور جس کے نتیجہ میں انسانیت ننگ و عار اور ایک ناقابلِ اصلاح فطری عیب اور ناقابلِ تلافی تقصیر بن گئی تھی، اور در و دیوار سے یہ صدا آنے لگی تھی۔ ع

وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب[1]

[1] اے انسان تیرا وجود ہی ایک ایسا گناہ ہے جس کے برابر کوئی گناہ نہیں۔ ۱۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ انسان کی ترقیات میں خود انسانیت سب سے بڑھ کر سدِّ راہ اور ایک سنگِ گراں ہے جس کو راستے سے ہٹانا انسان کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے، انسان اپنے کو "محسودو مسجود ملائکہ" سمجھنے کے بجائے فرشتوں پر رشک کرنے لگا تھا، اور اس ناسوتی فطرت اور خصائص انسانیت سے منحرف اور باغی ہو کر اپنے اندر ملکوتی صفات پیدا کرنے اور فرشتوں کی تقلید کرنے کا خواہش مند نظر آتا تھا۔

اس فضا میں حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ مُنیریؒ نے ایک نامانوس آواز بلند کی اور اس جوش اور بلاغت کے ساتھ انسانیت کی بلندی اور انسان کی رفعت و محبوبیت اور اس کے خلیفۃ اللہ ہونے کا اعلان کیا، اور اس مضمون کو اپنے مکتوبات میں اتنے بار دہرایا اور مختلف اسالیب اور طریقوں سے اس کو بیان کیا، کہ اگر اس کو یکجا جمع کر دیا جائے، تو اس موضوع پر ایک ایسا ادبی ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے جس کو پڑھ کر انسان کا دل حوصلوں اور اُمنگوں سے معمور ہو جاتا ہے اور انسان کے قلبِ افسردہ اور تنِ مردہ میں زندگی کی رُوح دوڑ جاتی ہے اور اُس کو اپنی انسانیت پر ناز ہونے لگتا ہے۔

خالق کی نظرِ خاص

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ موجودات و مصنوعات تو بہت تھے اور ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر، لیکن محبوبیت و خلافت کی خلعتِ فاخرہ ضعیف البنیان انسان ہی کے جسم پر راست آنے والی تھی، وہ بیشک ملائکہ کی طرح معصوم نہیں اس سے گناہوں کا صدور مستبعد نہیں لیکن خالق کی نظرِ عنایت سب کی تلافی کے لئے کافی ہے، اور یہ وہ پاسنگ ہے کہ ترازو کے جس پلڑے پر رکھ دیا جائے وہ پلڑا جھک جائے گا۔ فرماتے ہیں:۔

"موجودات بسیار بودند و مصنوعات بیشمار لیکن با ہیچ موجودے ایں کار نبود کہ با آب و گل چوں رب العزت خواست کہ نقطۂ خاک را

موجودات بہت اور مصنوعات بیشمار تھے، لیکن کسی ہستی کے ساتھ وہ معاملہ نہیں تھا جو اس مٹی پانی کے مجموعہ کے ساتھ تھا، جب

لباس وجود پوشانند و بر سر ِ خلافت نشانند ملائکۂ ملکوت گفتند "اتجعل فیها من یفسد فیها"، لطفِ قدیم جواب داد "لیس فی الحب مشورة" عشق و تدبیر ہم جمع نشوند تسبیح و تہلیل شما را چہ خطر اگر قبول ما نبود و ایشاں را از گناہ چہ ضرر، چوں ساقی لطف ما قدح عفو در دست ایشاں نہد "فاولئک یبدل اللہ سیاٰتهم حسنات" بلے شمار است روید و ایشاں ہر گونہ روند لیکن چوں با ایشاں راخواستم بساطِ رحمت گستردیم اگر بر جبین خطے از معصیت پدید آید محبت ما آں را بلطف بردارد شما آں می بینید کہ سروکار ایشاں با ماست در معاملت آں نمی بینید کہ سروکار ما با ایشان است در محبت چنانکہ قائلے گفتہ است۔ شعر

واذا الحبیب اتی بذنب واحد
جاءت محاسنه بالف شفیع[1]

رب العزت کو منظور ہوا کہ اس خاکی پُتلے کو وجود کا لباس پہنائے اور خلافت کے تخت پر بٹھائے، ملائکہ ملکوت نے عرض کیا کہ:۔ "آپ زمین میں ایک ایسی ہستی کو خلیفہ بنا کر بھیجنا چاہتے ہیں جو اس میں فساد برپا کریگی" لطفِ قدیم نے جواب دیا "محبت میں مشورہ نہیں ہوتا، اور عشق و تدبیر جمع نہیں ہوتے" تمہاری تسبیح و تہلیل کی کیا قیمت ہے، اگر ہمیں قبول نہ ہو، اور ان کو گناہوں سے کیا نقصان اگر ہمارے لطف و عنایت کا ساقی عفوو معافی کا پیمانہ ان کے ہاتھ پر رکھ دے۔۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دے گا، ہاں تم ہمیشہ سیدھے راستے میں چلنے والے ہو، اور وہ ہر طرف چلیں گے، لیکن جب ہم نے ان کو چاہا تو رحمت کا فرش اُن کے لئے بچھایا، اگر اُن کی پیشانی پر گناہ کوئی لکیر ڈال دے گا ہماری مہربانی اس کو مٹا دے گی۔ تم یہ تو دیکھتے ہو کہ معاملات میں

[1] مکتوب سی و ہشتم ۔۱۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم ان کے مطلوب ہیں، اور یہ نہیں دیکھتے کہ محبت میں وہ ہمارے مطلوب ہیں۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

کہ محبوب سے ایک گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کے محاسن ہزار سفارشی لاکر کھڑا کر دیتے ہیں۔

امانت محبت ایک دوسری جگہ انسان کی محبوبیت اور اختصاص کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"مخلوقات دیگر را با محبت کار نبود کہ ہمت بلند نداشتند آں کار ملائکہ کہ راست بینی ازان سمت کہ با ایشاں حدیث محبت نرفتہ است و ایں زیر و زبرے کہ در راہ آدمیاں می بینی ازان ست کہ با ایشاں حدیث محبت رفت کہ "یحبہم ویحبونہ" پس ہر کرا شمۂ محبت بمشام او رسیدہ است کو دل از سلامت بردارد و خود را وداع کند کہ المحبۃ لا تبقی ولا تذر"

بیت ؎

عشق تو مرا چنیں خراباتی کرد
ورنہ بسلامت و بساماں بودم

چوں نوبت درد دولت آدم در آمد خروشے

دوسری مخلوقات کو محبت سے کوئی سروکار نہ تھا کہ وہ ہمت بلند نہیں رکھتی تھیں، ملائکہ کے کام میں جو تم کو یکسانی اور یک رنگی نظر آتی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حدیث محبت کے مخاطب نہیں، اور یہ جو آدمیوں کے راستے میں نشیب و فراز نظر آتے ہیں وہ اس وجہ سے کہ ان کے ساتھ محبت کا معاملہ ہے۔ پس جس کے مشام جاں تک محبت کی خوشبو پہونچی اس کو چاہئے کہ سلامتی کو سلام کرے اور خود کو وداع، کہ محبت کسی چیز کی روادار نہیں۔ شاعر نے کہا ہے ؎

عشق تو مرا چنیں خراباتی کرد
ورنہ بسلامت و بساماں بودم

وجوشے در مملکت افتاد گفتند چہ افتاد کہ چندیں ہزار سال تسبیح و تہلیل ما را بباد بر دادند و آدم خاکی را برکشیدند بر ما گزیدند ندا شنیدند کہ شما بصورت خاک منگرید بداں ودیعت پاک نگرید کہ یحبہم ویحبونہ داتش محبت در دلہا ایشاں نہادہ است"[1]

جب آدم کی قسمت و اقبال کا ستارہ بلند ہوا تو کائنات میں ایک تلاطم برپا ہوا کہنے والوں نے کہا کہ اتنے ہزار سال کی ہماری تسبیح و تہلیل کو نظر انداز کر دیا، اور خاک کے پتلے آدم کو سرفراز کیا گیا اور ہم پر ترجیح دی گئی۔ آواز آئی کہ، تم اس خاکی صورت کو مت دیکھو، اس پاک جوہر کو دیکھو جو ان کے اندر ودیعت ہے "یحبہم ویحبونہ۔ محبت کی آگ ان کے دلوں میں لگائی گئی ہے۔"

ایک دوسرے مکتوب میں اس خصوصیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"خدائے عزوجل را ہژدہ ہزار عالم است ایں جملہ ازیں حدیث فارغ اند و حظے و نصیبے ندارند الا آدمی کہ ایں کرامت بہیچ نوع از انواع موجودات دیگر ندادند ازیں جاست کہ گفت آنکہ گفت"

بیت ؎

پناہے بلندی و پستی توئی
ہمہ نیستند انچہ ہستی توئی[2]

اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے لیکن یہ سب مخلوقات حدیث سوز و محبت سے بے تعلق ہیں اور ان کو اس کا کوئی حصہ نہیں ملا، یہ دولت تو آدمی ہی کے حصہ میں آئی، موجودات کی دوسری اقسام میں سے کسی قسم کو بھی یہ شرف عطا نہ ہوا۔ اسی لئے کسی کہنے والے نے کہا ہے ؎

پناہے بلندی و پستی توئی
ہمہ نیستند انچہ ہستی توئی

[1] مکتوب چہل و ششم (۴۶)۔ [2] مکتوب پنجاہ و نہم (۵۹)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصلِ وجود

ایک دوسرے مکتوب میں آب و گِل کی اس قسمت و عزت کا ذکر کرتے ہوئے بتلاتے ہیں کہ انسان کا حاصلِ وجود اور اس پورے نظامِ خلق و تکوین کا مقصود ہے، اور اس کو محبوبیت و اختصاص حاصل ہے۔ فرماتے ہیں :-

"اے برادر دولت آب و خاک نہ اندک است و کار آدمؑ و آدمیاں نہ مختصر، عرش و کرسی و لوح و قلم و آسمان و زمین ہمہ بہ طفیل او ست، استاد ابو علی رحمۃ اللہ علیہ گفت اگر آدم را خلیفہ گفت و خلیل را "اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا" گفت و موسیٰ را "واصطنعتك لنفسی" گفت، و مارا "یحبھم ویحبونہ" گفت، گفتہ اند اگر ایں حدیث را با دلہائے مناسبت نبودے دل خود دل نبودے و اگر خورشید محبت بر جانہائے آدم و آدمیاں نتافتے کار آدم چوں موجودات دیگر بودے۔"[1]

میرے بھائی مٹی پانی کا اقبال کچھ کم نہیں اور آدمؑ اور آدمیوں کا مرتبہ معمولی نہیں، عرش و کرسی لوح و قلم آسمان و زمین سب انسان ہی کے طفیل میں ہیں۔ استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے آدمؑ کو اپنا خلیفہ کہا، حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کا لقب دیا (واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا) اور حضرت موسیٰؑ کیلئے ارشاد ہوا کہ میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کیا اور مومنین کے متعلق ارشاد ہے :- "یحبھم ویحبونہ"، لوگوں نے کہا ہے کہ اگر اس حدیثِ محبت کو دلوں سے مناسبت نہ ہوتی تو دل، دل کہلانے کا مستحق نہ ہوتا۔

اور اگر آفتابِ محبت آدمؑ و اولادِ آدم کے جان و دل پر ضیا پاشی نہ کرتا، تو آدمؑ کا معاملہ بھی دوسری موجودات ہی کی طرح ہوتا۔

[1] مکتوب چہل و ششم (۴۶)۔

بارِ امانت

انسان کی بلندی اور اس کی خصوصیت اس بارِ امانت کا نتیجہ ہے جس کے قبول کرنے سے آسمان و زمین اور پہاڑوں نے دست بستہ معافی مانگی اور اس ظلوم و جہول انسان نے اس کو اپنے ناتواں کاندھوں پر اٹھا لیا، اس کی بے مائگی اور بے نوائی کام آئی، خاک کے ذرہ نے سوچا کہ اگر اس بارِ عظیم کے حقوق کی ادائگی میں کوتاہی ہوئی، تو اس کے پاس کیا ہے جو لے لیا جائے گا، اور خاک کے نیچے کون سا مرتبہ ہے جس پر اُتار دیا جائے گا، وہ اپنی بلند ہمتی اور خود شناسی سے اب بھی "ھل من مزید" کا نعرہ لگا رہا ہے۔ ایک مکتوب میں جو ادب، زورِ بیان اور تاثیر کے اعلیٰ نمونوں میں سے ہے، فرماتے ہیں :-

"آب و خاک را کارے بلند است و ہمتے بس بزرگ، ہر چند فقر و فاقہ و گدائی و بینوائی اصل او ست چوں آفتاب امانت در آسمان عرض بیافت ملائکہ ملکوت کہ ہفصد ہزار سال در ریاض تقدیس و تسبیح چریدہ بودند نعرۂ نحن نسبح بحمدك زدہ مسکین وار رخت بینوائی بر بستند و بعجز خود معترف گشتند" فابین ان یحملنھا" و ہمچنیں آسمان گفت مرا صفت رفعت است و زمین گفت مرا خلعت بسط است و کوہ گفت مرا صفت ثبات است و معدن جواہر گفت بنا ید کہ در ما آفتے

آب و خاک کا مرتبہ بلند ہے اور ہمت بڑی، ہر چند فقر و فاقہ گدائی و بینوائی اس کے خمیر میں داخل ہے لیکن جب آفتاب امانت آسمانِ وجود میں درخشاں ہوا ملائکہ ملکوت نے جو سات لاکھ سال سے تقدیس و تسبیح کے چمنستان سے اپنی غذا حاصل کر رہے تھے اور "نحن نسبح بحمدك" کا نعرہ بلند کر رہے تھے عاجزانہ اپنی بے بسی کا اظہار اور اپنے عجز کا اعتراف کیا "فابین ان یحملنھا" اور اس بارِ گراں کے اٹھانے سے معذوری ظاہر کی۔ آسمان نے کہا کہ میری صفت رفعت ہے۔ زمین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داہ یابد، آں ذرۂ خاک بیباک دست نیاز
از آستین فقر وفاقہ بیروں آورد و آں بارِ امانت
بجاں گرفت و از دو عالم بذرہ غمے نہ کشید گفت
مرا چیست کہ از من بستانند چیزے را
کہ خوار کنند در خاک مالند خاک را در چہ
مالند مردانہ پیش آمد بارے کہ اہل ہفت
آسمان و زمین نکشیدند بر خود نہادہ
و نعرۂ "ھل من مزید" زد"[1]

نے کہا کہ میرا خلعت فرشِ خاکی ہے، پہاڑ نے
کہا میرا منصب پہرہ داری اور ایک پاؤں
پر کھڑا رہنا ہے، جواہرات نے عرض کیا کہ
کہیں ہمارے شیشہ میں بال نہ آجائے،
اس خاکِ بیباک کے ذرہ نے فقر وفاقہ کی
آستین سے دستِ نیاز نکالا اور اس
بارِ امانت کو سینہ سے لگالیا اور دو عالم
میں سے کسی چیز کا غم نہ کیا، اس نے کہا
میرے پاس کیا ہے جس کو چھین لیں گے، جب کسی چیز کو ذلیل کرنا
چاہتے ہیں مٹی میں ملادیتے ہیں، مٹی کو کس میں ملائیں گے۔ مردانہ وار
بڑھا، اور اس بوجھ کو جس کو سات آسمان و زمین نہ سہار سکے ہنسی خوشی
اٹھالیا، اور "ھل من مزید" کا نعرہ لگایا۔

ذرۂ خاک کا اقبال

ایک دوسری جگہ اسی آب وگل کی قسمت و قیمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔ شہبازِ محبت کو سینۂ آدمؑ کے سوا کوئی آشیانہ نہ ملا، آسمان کی بلندی اور عرش و کرسی کی وسعت سے گزرتا ہوا اس نے دلِ عاشق کو اپنا نشیمن بنایا، اسی بلاغت طراز قلم سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"آب وخاک را اندک مشمر ہر چہ دارد

آب وخاک کو کم نہ سمجھو، جو کچھ کمالات ہیں

[1] مکتوب چہل ونہم (۴۹)۔

آب وخاک دارد، ہر چہ آمدہ است با
آب وخاک آمدہ است و دیگر ہمہ نقش
بر دیوار اند، آوردہ اند کہ چوں شہبازِ محبت
از آشیانۂ عزت بپرید بہ عرش رسید
عظمت دید در گذشت بہ کرسی رسید
وسعت دید در گذشت بہ آسماں رسید
رفعت دید در گذشت بہ خاک رسید
محنت دید فرود آمد"[1]

آب وخاک ہی کے اندر ہیں، اور جو کچھ اس
دنیا میں آیا ہے آب وخاک ہی کے
ساتھ آیا ہے، اس کے علاوہ جو کچھ نظر آتا ہے
نقش بر دیوار سے زیادہ نہیں، کہنے والوں نے
کہا ہے کہ شہبازِ محبت نے آشیانۂ عزت
سے پرواز کی، عرش کے پاس سے گزرا
عظمت دیکھی گزر گیا، کرسی پر پہنچا وسعت
دیکھی گزر گیا، آسمان پر پہنچا رفعت دیکھی
آگے بڑھ گیا، خاک پر پہنچا محنت دیکھی اُتر آیا ——

اس مضمون کو کسی شاعر عارف نے انسان کا ترجمان بن کر یوں ادا کیا ہے۔ ؎

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ تو اس میں سما سکے

ایک دوسری جگہ انسان کا مرتبہ بیان کرتے ہوئے اور اسکے حال پر اسکے پیدا کرنے والے کی نظرِ عنایت اور نگاہِ محبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اے برادر او را بایں آب و خاک سرہا
و کرہا است، و در خبر است کہ چوں
عزرائیل آہنگ جان یکے از ایں امت کند

اے بھائی خالق کا اس آب خاک کے ساتھ
خاص معاملہ اور خاص عنایات ہیں،
ایک روایت میں آیا ہے کہ جب ملک الموت

[1] مکتوب پنجاہم (۵۰)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

از حضرت عزت بدو خطاب رسد کہ
سلام و تحیت ما اول بد رساں پس دست
بجان او برو، در کلام مجید خواندہٗ کہ فردا
حق تعالیٰ بے واسطہ بر مومناں سلام گوید
کہ "سلام قولا من رب رحیم"
لا الٰہ الا اللہ، کلام او ازلی و سلام
او ازلی اگر ارادت قدیم او را بایں مشتے
خاکیان کرم نبودے در ازل بہ ایشاں سلام
نہ کردے عزیزے بدیں اشارت کردہ است۔

رُباعی

آں را کہ ز محبوب سلامے باشد
وز حضرت او بدو پیامے باشد
در حلقۂ بندگانش خورشید منیر
قصہ چہ کنم کم از غلامے باشد[1]

اس امت میں سے کسی کی رُوح قبض کرتا ہے تو رب العزت کی طرف سے ان کو خطاب ہوتا ہے کہ پہلے میرا سلام پہنچانا پھر رُوح قبض کرنا تم نے قرآن مجید میں پڑھا ہوگا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بے واسطہ مومنوں کو سلام کہے گا، فرماتا ہے:۔ (سلام قولا من رب رحیم) جس طرح لا الٰہ الا اللہ، اس کا کلام ازلی ہے، اس کا سلام بھی ازلی ہے، اگر اس مشتِ خاک کے ساتھ یہ قدیم نظرِ عنایت نہ ہوتی تو ازل میں اس کو سلام بھی نہ کیا جاتا۔ ایک شاعر نے اس مضمون کو بیان کیا ہے۔ ؎

آں را کہ ز محبوب سلامے باشد ؛ وز حضرت او بدو پیامے باشد
در حلقۂ بندگانش خورشید منیر ؛ قصہ چہ کنم کم از غلامے باشد

سرّ الٰہی کا حامل

ایک دوسرے مکتوب میں انسان کی اشرفیت، اسکے منصب خلافت اور اسکے علو ہمت کا راز یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ سرّ الٰہی کا حامل اور نفخت من روحی کے شرف سے مشرف ہے، رسالت، صحفِ آسمانی اور دولت دیدار اس کی خصوصیات ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

[1] مکتوب پنجاہ و یکم (۵۱)۔

"حق تعالیٰ از میان ہژدہ ہزار عالم گروہے نہ آفرید از آدمی بزرگ ہمت بر وایں از انست کہ ہیچ گروہے را نگفت ونفخت فیہ من روحی مگر آدمیاں را داند؛ ہیچ گروہے پیغامبران و کتابہا نفرستاد مگر در گروہ آدمیان، و بر ہیچ گروہ سلام نہ کرد مگر بر آدمیاں و ہیچ کس را دولت دیدار خود نداد مگر آدمیاں را و آدمیاں بردند کہ از قوت محبت خویش و بزرگی ہمت خویش طاقت فراق نداشتند، بدنیا از دل ایشاں حجاب برداشت و بعقبیٰ از چشم ساں حجاب برداشت تا در دنیا جز ویرا نخواستند و در عقبیٰ بجز وے ننگریستند و ایں تختہ در مکتب مازاغ البصر و ماطغیٰ آموختند، عزیزے گفتہ است۔ ؎

مثنوی

الا اے مرغ حکمت و آں زمانے
چو خواہی یافت بہ زیں آشیانے

حق تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم میں سے کوئی گروہ انسانوں کے گروہ سے زیادہ عالی ہمت نہیں پیدا کیا اور انسانوں کے سوا کسی گروہ کے متعلق یہ ارشاد نہیں ہوا کہ "نفخت فیہ من روحی" اور کسی گروہ میں پیغمبروں کو مبعوث نہیں فرمایا، اور نہ آسمانی کتابیں نازل کیں، اور نہ کسی گروہ کو سلام کہلایا، نہ کسی گروہ کو اپنے دیدار کی نعمت عطا فرمائی، وہ آدمی ہی تھے جو اپنی محبت کی قوت اور اپنی ہمت کی بلندی کی وجہ سے طاقتِ فراق نہیں رکھتے تھے، دنیا میں ان کے دل سے حجاب اُٹھالیا اور عقبیٰ میں اُن کی آنکھوں سے پردہ اُٹھایا، اسکا نتیجہ ہے کہ دنیا میں وہ اس کے سوا کسی کے طالب نہیں اور عقبیٰ میں اسکے جمالِ جہاں آرا کے سوا ان کی آنکھوں نے کچھ نہ دیکھا اور یہ سبق انھوں نے مکتب مازاغ البصر وماطغیٰ میں پڑھا تھا کسی شاعر عارف نے خوب کہا ہے۔ ؎

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروازِ معانی باز کن پر
سرائے ہفت در را باز کن در
چوں تو برسد رہے حضرت نشینی
تو باشی جملہ و خود را نہ بینی[1]

الالے فرغ حکمت وآں زمانے
چو خواہی یافت بہ زیں آشیانے
پروازِ معانی باز کن پر
سرائے ہفت در را باز کن در

چوں تو برسد رہے حضرت نشینی
تو باشی جملہ و خود را نہ بینی

مسجود و محسود

ایک دوسری جگہ انسان کا وہ مرتبہ بیان کرتے ہوئے جس کی وجہ سے وہ مسجود ملائک اور محسود خلائق بن گیا۔ تحریر فرماتے ہیں :-

اے برادر آں کہ ترا مسجود ملک کردہ است محسود فلاک گردانیدہ است کارے عظیم است ہر آئینہ در وجود خاکی مکدر معنی منور و مقدس است کہ اسرار ملکی و اوہام بشری از دریافت آں معنی عاجز و قاصر اند چوں شعاع ایں معنی طلوع نماید ملک حیران شود و فلاک سرگرداں بود۔ ادراتو اضع و ایں را تحاشع از لوازمات بود واز واجبات باشد۔ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ اشارت کردہ است۔

میرے بھائی! جس چیز نے تم کو فرشتوں کا مسجود اور افلاک کا محسود بنا دیا ہے وہ بہت بڑی چیز ہے، انسان اپنے وجود خاکی میں کیسا ہی مکدر ہو معنوی اعتبار سے ایسا منور و مقدس ہے کہ ملکوتی اثرات اور بشری اوہام؛ اس کی حقیقت دریافت کرنے سے عاجز و قاصر ہیں جب اس معنی کی شعاع جلوہ فگن ہوتی ہے ملائک حیران اور آسمان سرگرداں ہوتا ہے وہ تو اضع سے سر بگریبان اور یہ ہیبت سے

[1] مکتوب پنجاہ و سوم (۵۳)

رباعی

ؔ

فرشتہ گر بہ بیند جوہرِ تو
دگر رہ سجدہ آرد بر درِ تو
نہ مسجود ملائک جوہرِ تست
نہ تاجے از خلافت بر سرِ تست
خلیفہ زادۂ گلخن رہا کن
بہ گلشن شو گدا طبعے رہا کن
بمصر اندر برائے تست شاہی
تو چوں یوسف چرا در قعر چاہے[1]

لرزہ براندام۔ خواجہ فریدالدین عطارؒ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ؎

فرشتہ گر بہ بیند جوہرِ تو
دگر رہ سجدہ آرد بر درِ تو
نہ مسجود ملائک جوہرِ تست
نہ تاجے از خلافت بر سرِ تست
خلیفہ زادۂ گلخن رہا کن
بہ گلشن شو گدا طبعے رہا کن
بمصر اندر برائے تست شاہی
تو چوں یوسف چرا در قعر چاہے

دلِ آگاہ

لیکن انسان اور نوع انسانی کی اشرفیت اور خصوصیت اس مضغۂ گوشت کی وجہ سے ہے جس کو دل کہتے ہیں اور دل کی قدر و قیمت اور زندگی و قوت اس جوہر کی وجہ سے ہے جس کو محبت کہتے ہیں۔ دل کے متعلق فرماتے ہیں :-

عرش بیا فرید بمقربان داد بہشت بیا فرید برضواں داد و دوزخ بیا فرید بہ مالک داد چوں دل مومن را بیا فرید گفت ـ القلوب بین اصبعین۔[2]

عرش پیدا کیا مقربین کے سپرد کیا، بہشت پیدا کی رضوان کو اس کا پاسبان بنایا، اور دوزخ پیدا کی مالک کو اس کا دربان بنایا لیکن جب مومن کا دل پیدا کیا فرمایا، دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

[1] مکتوب پنجاہ و ہشتم (۵۸) [2] مکتوب چہل و سوم (۴۳)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے مکتوب میں دل کی وسعت و قوت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"ہیچ چیز عزیز تر از دل بودے و در معرفت
خویش آنجا نہادے این ست معنی آنکہ گفت
لا یسعنی سمائی ولا ارضی ولکن
یسعنی قلب عبدی المومن
آسمان معرفت ما را نتابست و زمین در خور
نیامد، دل بندہ مومن بود کہ بار رخت
ما کشید آرے رستم را ہم رخش
رستم کشد و آفتاب سلطنت ادبہ
کوہ کہ در عالم اجسام و صور ثابت تر
و عظیم تر از و ہیچ چیز نیست یکبار
بیش نتافت کہ ذرہ ذرہ گشت
"جعلہ دکا"
و ہر روز سہ صد و شصت بار بر دلِ مومن می
تابد و او "ھل من مزید" نعرہ می زند
و فریاد می کند، الغیاث الغیاث
تشنہ ام"[1]

اگر کوئی چیز دل سے زیادہ عزیز اور قیمتی ہوتی
تو اپنی معرفت کا موتی اسی میں رکھتا، یہی
معنی ہے اس ارشاد کے کہ :- نہ میرا آسمان
مجھے سما سکتا ہے نہ میری زمین، اگر میرے لئے
گنجائش ہے تو مومن بندہ کے دل میں آسمان
میری معرفت کا اہل نہیں، زمین اس بات کی
متحمل نہیں، بندۂ مومن کا دل ہی ہے جس نے
اس بوجھ کو اٹھایا، رستم کا گھوڑا ہی رستم کو
اٹھا لیتا ہے، لیکن جلالِ الٰہی کا آفتاب جب
پہاڑ پر جس سے زیادہ عالم اجسام میں زیادہ
جمنے والی اور عظیم کوئی چیز نہیں، جب ایک بار
چمکا، تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو گیا "جعلہ
دکا"، تین سو ساٹھ مرتبہ مومن کے دل پر چمکتا ہے
اور وہ "ھل من مزید" کا نعرہ لگاتا
رہتا ہے، اور پکارتا رہتا ہے :- الغیاث الغیاث
پیاسا ہوں۔

[1] مکتوب سی و ہشتم (۳۸)۔

شکستہ تر، عزیز تر

دل کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر چیز ٹوٹ کر بے قیمت ہو جاتی ہے، لیکن یہ جتنا ٹوٹا ہوا ہوتا ہے اتنا ہی بیش قیمت ہوتا ہے[1]۔ فرماتے ہیں :-

"اے برادر شکستہ چیز ہیچ چیز قیمت ندارد
مگر دل، ہر چند شکستہ تر با قیمت تر، موسیٰ
علیہ السلام در مناجات خود گفت :-
"الٰہی این اطلبک" فرمان شد
انا عند المنکسرۃ قلوبھم"[2]

اے بھائی ٹوٹی ہوئی چیز کوئی قیمت نہیں رکھتی
مگر دل جتنا ٹوٹا ہوا ہوتا ہے اتنا ہی بیش قیمت
ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ایک
سرگوشی میں فرمایا کہ :- آپ کو کہاں تلاش
کروں؟ یہ جواب ملا :- میں ان لوگوں کے
پاس ہوتا ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں۔

محبت کی فرمانروائی

دل کا سرمایہ محبت ہے، اور محبت تمام عالم اور سارے زمانوں کو محیط ہے اس عالم سے اس عالم تک اس کا سکہ رواں ہے۔ فرماتے ہیں :-

"اول این حدیث است و میانہ این
حدیث است و آخر این حدیث است
امروز این حدیث است و فردا این حدیث
است، محققان گفتہ اند کہ این عالم
و آن عالم ہر دو برائے طلب است

حدیث محبت تینوں زمانوں پر محیط ہے
اول و آخر درمیان اسی کا دور دورہ ہے
محققین نے کہا ہے کہ یہ عالم اور وہ عالم
سب طلب کے لئے ہیں، اگر کوئی کہے کہ
وہ عالم، عالم طلب نہیں ہے، یہ ناممکن ہے۔

[1] اسی کو اقبال نے اس طرح کہا ہے۔
نہ بچا بچا کے تو رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ ÷ جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں
[2] مکتوب ششم (۶)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کس گوید کہ آں عالم عالمِ طلب نیست
ایں محال است یکے نماز و روزہ نیست
اما طلب ہست فردا ہمہ شرائع را قلم
در کشند اما ایں دو چیز ابدالآباد بماند
الحب للہ والحمد للہ[1]

ہاں نماز روزہ نہیں ہوگا لیکن طلب ہوگی۔
روزِ قیامت تمام احکام پر قلمِ نسخ
پھر جائے گا، لیکن یہ دو چیزیں
ابدالآباد تک رہیں گی: الحب للہ
والحمد للہ۔

[1] مکتوب چہل و ششم (۴۶)

بابِ نہم ۹

تحقیقات و علومِ عالیہ

بلند و لطیف علوم و مضامین

حضرت شیخ شرف الدین کے مکتوبات میں نادر تحقیقات اور بلند و لطیف علوم و مضامین کا ایسا ذخیرہ ہے جو حقائق و معارف کی کم کتابوں میں دستیاب ہوتا ہے۔ اس کتاب کے صفحات پر جا بجا ایسے لطیف نکتے اور ایسی تحقیقات بکھری ہوئی ہیں جو ذاتی تجربات کا نچوڑ اور سالہا سال کی ریاضتوں اور وہبی علوم کا نتیجہ ہیں اور جن کو پڑھ کر وجد و سرور کی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جو کسی بڑے سے بڑے طرب انگیز ادبی مقالے اور وجد آفریں شعر سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

وحدۃ الشہود

اس کتاب میں بعض ایسی تحقیقات بھی ملتی ہیں جن کے متعلق علمی حلقوں میں شہرت ہے کہ وہ کئی صدی بعد کی تحقیقات ہیں اور جس صدی (آٹھویں صدی) میں مخدوم صاحب تھے اس میں کوئی شخص ان سے آشنا نہیں تھا۔ ان ہی تحقیقات میں سے ایک "توحید شہودی یا وحدۃ الشہود" کا نظریہ ہے۔ اس نظریہ اور تحقیق کا چرچا حقیقتاً گیارھویں صدی ہجری سے ہوا۔ جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے وحدۃ الوجود کے متوازی اس کی دعوت اور وضاحت پیش فرمائی، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کی تقریر و تبلیغ اور اس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعت کا سہرا حضرت مجدد الف ثانیؒ ہی کے سر ہے، اور اس بارے میں انھوں نے جس تفصیل و تکمیل، اور جس قوت او جرأت سے کام لیا وہ انھیں کا حصہ تھا اور وہ اس مسئلہ میں امام اور مجدد کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ دو ڈھائی سو برس پہلے مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے مکتوبات میں بڑی خوبی کے ساتھ اس مسئلہ کا ذکر ملتا ہے، وہ اپنے ذاتی تجربہ اور اس مقام کی تحقیق کی روشنی میں جو اُن کو حاصل تھا یہ ثابت کرتے ہیں کہ عام طور پر جس کو وحدت وجود اور غیر حق کا عدم محض اور فنائے کامل سمجھا جاتا ہے وہ در اصل وجود حقیقی کے سامنے دوسری موجودات کا اس طرح ماند پڑ جانا اور مغلوب ہو جانا ہے جس طرح آفتاب کی روشنی کے سامنے ستاروں کی روشنی ماند اور ذات کا وجود بے حقیقت ہو جاتا ہے، وہ دو لفظوں میں اس حقیقت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

"نابودن دیگر است و نادیدن دیگر"

کسی چیز کا نابود و معدوم ہو جانا اور چیز ہے اور نظر نہ آنا اور چیز

اور فرماتے ہیں: یہ ایک ایسا نازک مقام ہے جہاں اچھے اچھوں کے قدم لڑکھڑا گئے، اور جہاں توفیق الٰہی او خضر کامل کی رہبری کے بغیر جادۂ حقیقت پر قائم رہنا مشکل ہے۔

"چنداں از نور ظہور حق بر روندہ آشکارا شود کہ ہمہ ذرات وجود پیش دیدہ وے در اشراق آں نور متواری شوند بر مثال متواری شدن ذرہ با ہوا در اشراق نور آفتاب و ذرہ در نور آفتاب نتواں دید نہ ازاں کہ ذرہ نیست شد، و نہ آنکہ ذرہ آفتاب شد بلکہ ازاں کہ با ظہور نور آفتاب ذرہ را جز متواری شدن روئے نیست، ہمچنیں نہ آنکہ بندہ بندہ خدا گردد، تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا و نہ آں کہ بندہ بحقیقت نیست شود، نابودن دیگر است و نادیدن دیگر۔ ؎

پیش توحید او نہ کہنہ است نہ نواست
ہمہ ہیچ اند ہیچ اوست کہ اوست

تو چوں در آئینہ نگری آئینہ را نہ بینی زیرا کہ مستغرق جمال خودی و نتوانی گفت آئینہ نیست شد یا آئینہ جمال شد و یا جمال آئینہ شد، دیدن قدرت در مقدورات ہمچنیں بود بے تفاوت و ایں را صوفیاں "الفناء فی التوحید" خوانند۔

بیت۔ ؎

گوید آں کس دریں مقام فضول
کہ تجلی نہ داند او ز حلول

بسیار کس را ایں جا قدم بلغزیدہ است جز بمدد توفیق و عنایت ازلی و بدرقہ پیر رسیدہ و صاحب دیدہ شدہ و فراز و نشیب ایں راہ گذشتہ و شربت از قہر جلال و لطف جمال چشیدہ ایں بادیہ را

ظہور حق کے نور سے سالک پر اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ تمام ذرات وجود اس روشنی کی آب و تاب میں اس کی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں جس طرح آفتاب کی روشنی کے سامنے ذرات ہوا چھپ جاتے ہیں اور ان ذرات کو دیکھا نہیں جا سکتا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ذرہ موجود نہیں، اور نہ یہ کہ ذرہ آفتاب ہو گیا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ آفتاب کی روشنی کے ظاہر

ہونے پر سوائے چھپ جانے کے ذرہ کا منہ نہیں کہ وہ اپنی صورت دکھائے۔ اسی طرح سے یہ بات نہیں کہ بندہ خدا ہو گیا، تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا، اور نہ یہ کہ بندہ حقیقت میں معدوم ہو جاتا ہے، نابود اور معدوم ہو جانا اور چیز ہے اور نظر نہ آنا اور چیز۔ شاعر عارف نے صحیح کہا ہے۔ ؎

پیش توحید او نہ کہنہ است نہ نواست
ہمہ ہیچ اند ہیچ اوست کہ اوست

جب تم آئینہ دیکھتے ہو تو آئینہ کو نہیں دیکھتے اس لئے کہ اپنے جمال میں مستغرق ہوتے ہو اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ آئینہ معدوم ہو گیا اور یہ کہ آئینہ تمھارا جمال بن گیا ہے یا تمھارا جمال آئینہ بن گیا ہے، قدرت کو مقدورات کے اندر بالکل اسی طرح دیکھا جاتا ہے اس کو صوفیہ فنا فی التوحید کہتے ہیں۔ ؎

گوید آں کس دریں مقام فضول
کہ تجلی نہ داند او ز حلول

بہت لوگوں کا قدم اس جگہ پھسل گیا ہے، توفیق الٰہی و عنایت ازلی اور مرشد کی رہنمائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قطع نتواند کرد[1]

کے بغیر جو مقام تحقیق پر فائز، صاحب نظر، اس راستہ کے نشیب و فراز سے گزرا ہوا، قہر جلال اور لطف جمال کا مزہ چکھے ہوئے ہو اس بادیہ کو کوئی قطع نہیں کر سکتا۔

تغیر صفات میں ہے نہ کہ ذات میں

اس موقع پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ آفتاب کے سامنے دوسری روشنی کے ماند ہو جانے کی جو مثال دی گئی ہے اور اس سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ روشنی معدوم نہیں ہوتی صرف آفتاب کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے اور اس کا وجود ہیچ نظر آنے لگتا ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آفتاب کے سامنے چراغ کی کوئی حقیقت نہیں رہتی اسکے وجود کو وجود کہنا ہی صحیح نہیں ہے وہ تو اسکے مقابلہ میں معدوم ہی ہو جاتا ہے، ایک ہی چیز بیک وقت موجود اور معدوم نہیں ہو سکتی۔ شیخ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تغیر صفات میں ہے نہ کہ ذات میں، آفتاب پانی کے چشمہ پر چمکتا ہے پانی کو گرم کر دیتا ہے، اس سے پانی کی صفت بدلتی ہے پانی کی ذات نہیں بدلتی، اور پانی کسی معنی میں بھی آفتاب نہیں بن جاتا۔ فرماتے ہیں:-

"این سخن آں بود کہ چراغ را با عین آفتاب ہیچ والے نبود ولایت بکلی آفتاب را بود چوں از وجود او اثرہ نبود وجود او چوں عدم او بود اگر کسے گوید کہ عدم ضد وجود بود و وجود ضد عدم و یک چیز در یک حال ہم موجود بود و ہم عدم محال بود، جواب آنست کہ ایں سخن

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جرم آفتاب کے سامنے چراغ کی کوئی ہستی نہیں رہ جاتی، اس وقت آفتاب ہی کا دور دورہ ہوتا ہے، جب چراغ کے وجود کا کوئی فائدہ نہیں تو اس کا وجود و عدم برابر ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ عدم وجود کا ضد ہوتا ہے او وجود عدم کا ضد، اور ایک

[1] مکتوب اوّل (۱)۔

در عین نیست در صفات است کہ عین نگردد، صفات بگردد، خلق نگردد، آفتاب بر آب بد آب را گرم کند صفات آب بگردد و بدل شود و عین آب نگردد زیرا کہ عین آب بر جاست آفتاب در صفات آب عمل کرد نہ در ذات آب و دریں اجتماع ضدین نیست[1]"

چیز کا ایک ہی وقت میں موجود و معدوم ہونا محال ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ گفتگو ذات کے متعلق نہیں صفات کے متعلق ہے، ذات میں تغیر نہیں ہوتا، صفات میں تغیر ہوتا ہے، فطرت میں تغیر نہیں ہوتا، آفتاب پانی پر چمکتا ہے پانی کو گرم کر دیتا ہے، پانی کی صفات بدل جاتی ہیں لیکن پانی کی ذات اور فطرت نہیں بدلتی وہ اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے، آفتاب نے صفات میں عمل کیا نہ کہ ذات میں، ایسی حالت میں اجتماع ضدین کی کوئی بات نہیں۔

تیز رفتار کی حرکت نظر میں نہیں آتی

کاملین اور منتہیوں کی ترقی قطع مقامات اور ان کی باطنی کیفیات ایسی ہوتی ہیں جن کا مبتدیوں کو اور بعض اوقات اُن کے ہم نشینوں کو بھی ادراک نہیں ہوتا۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے کمالات کے وارثوں اور اولیاء کاملین کے کمالات اور کیفیات ایسی لطیف، نازک اور مخفی ہوتی ہیں کہ اکثر اوقات اُن کے معاصر اور اُن کی صحبت میں رہنے والے اُن سے ناواقف اور بیگانہ رہتے ہیں، اور ان اہل وجد و شوق اور اہل جذب و سلوک کو ترجیح دیتے ہیں جو اُن کی گرد پا کو بھی نہیں پہونچتے، یہ حضرات کاملین جن کو اللہ تعالیٰ اعلیٰ درجہ کا ظرف، علو حوصلہ اور قوتِ تحمل عطا فرماتا ہے، نہ گریبان چاک کرتے ہیں نہ دامن تار تار، نہ نعرے لگاتے ہیں نہ وجد میں آ کر رقص کرنے لگتے ہیں، نہ اُن سے کثرت سے کرامات و خوارق کا صدور ہوتا ہے، نہ وہ دعویٰ کرتے ہیں، نہ کسی کیفیت کا

[1] مکتوب ہشتاد و ششم (۸۶)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہار ہونے دیتے ہیں، ان کا وہ حال ہوتا ہے جو عارف شیراز نے بیان کیا ہے۔ ؎

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز ٭ کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

ایں مدعیاں در طلبش بے خبرانند ٭ آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

حضرت شیخ لکھتے ہیں کہ رفتار جتنی تیز ہوتی ہے اُسی قدر اس کی حرکت نظر میں نہیں آتی، فرماتے ہیں :-
تیز آندھی کو سب محسوس کرتے ہیں لیکن نسیم سحری جو دل کی کلیوں کے ساتھ مسیحائی کرتی ہے اور چمن کو حیاتِ نو بخشتی ہے اس طرح چلتی ہے کہ کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

رفتن چوں تیز گردد دیدار بالعکس باز گردد نہ بینی کہ آں سنگ آسیا خراس کہ می گردد از غایت رفتن ہر کہ نظر کند گوید کہ ایستادہ است، خواجہ جنید را رحمۃ اللہ علیہ گفتند چرا اے پیر بسماع بر نخیزی، او ایں آیت بر خواند وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مر السحاب شمار فتن مانمی بنید چوں رفتن تیز شود در دیدار نیاید، نسیم سحر چناں گزرد کہ کس را خبر نباشد۔[1]

رفتار جب تیز ہو جاتی ہے اس کا دیکھنا بند ہو جاتا ہے، دیکھتے نہیں کہ بڑی چکی کے پتھر کی گردش جب تیز ہو جاتی ہے تو جو شخص دیکھتا ہے سمجھتا ہے کہ چکی بند ہے اور اس کا پتھر گردش نہیں کر رہا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ سے کسی نے کہا کہ آپ سماع کے موقع پر اپنی جگہ سے جنبش نہیں فرماتے، آپ نے یہ آیت پڑھی وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مر السحاب تم پہاڑوں کو دیکھو گے تو ان کو کھڑا ہوا سمجھو گے حالانکہ وہ ابر کی طرح رواں دواں ہوں گے، تم ہماری رفتار

[1] مکتوب چہارم (۴)۔

نہیں دیکھتے، جب رفتار تیز ہو جاتی ہے دیکھنے میں نہیں آتی، نسیم سحر اس طرح چلتی ہے کہ کسی کو خبر نہیں ہوتی۔

خواہشات نفسانی کا ازالہ مقصود نہیں شکستگی مقصود ہے

تربیت و اصلاح کے سلسلہ میں ایک بڑا مغالطہ یہ ہے کہ بہت سے طالبین صادقین خواہشات نفسانی کا سرے سے فنا ہو جانا اور اس کا استیصال کلی ضروری سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ سالک کے لئے ضروری ہے کہ اس میں سرے سے کسی خواہش کا مادہ ہی باقی نہ رہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ مقصود ازالہ شہوات نہیں شکستگی شہوات ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی احیاء العلوم میں ثابت کیا ہے کہ اصلاح و تربیت کا مقصود غصہ وغیرہ کا جڑ سے نکل جانا اور اس کی صلاحیت کا مفقود ہو جانا نہیں، بلکہ اس پر قابو پانے کی صلاحیت اور اس کو مغلوب کرنے کی قوت ہے، اسلئے قرآن مجید میں تعریف کے موقع پر "والفاقدین الغیظ" نہیں کہا "والکاظمین الغیظ" فرمایا۔ اگر سرے سے غصہ ہی نہ آتا ہو تو غصہ کو پی جانے اور اُس کو دبانے کا سوال کہاں پیدا ہو سکتا ہے؟۔ شیخ بڑی تفصیل سے لکھتے ہیں :-

جہل و حماقت آں کسے است کہ چناں می پندارد کہ شریعت فرمودہ است کہ از شہوت در صفات بشریت پاک می باید شد اصلا و ایں قدر نادانستہ باشد کہ چگونہ شریعت چناں فرماید کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چنیں می گوید کہ بشرم و در خشم شوم و اثر خشم بر وے بسیار دیدند و خداوند می فرماید

یہ اس شخص کی جہالت و حماقت ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ خواہش نفس اور صفات بشریت سے مطلقاً پاک ہونا چاہیئے، اس نے یہ غور نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بشر ہوں کسی وقت مجھے غصہ آجاتا ہے اور غصہ کا اثر بھی اکثر آپ پر ظاہر ہو جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والکاظمین الغیظ ثنامی گوید آنرا
کہ خشم فرو خورد نہ آنرا کہ خشم ندارد وچگونہ
فرماید کہ شہوت نمی باید کہ حضرت رسالت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نُہ حرم داشت
واگر کسے را شہوت ساقط شود علاج باید
کرد. تا باز آید کہ رحم است براہل وفرزند
وحیرگی در غزا کافران از خشم خیزد وکثرت
توالد وتناسل وابقاء نام نیک از
شہوت خیزد ومطلوب پیغمبراں بودہ است
توالد وتناسل لیکن فرمودہ است کہ ایں
ہر دو را زبر دست باید داشت چناں
بودہ باشد کہ در فرمان شرع باشد
مانند اسپ در فرمان رائض وسگ در فرمان
صیاد لیکن سگ باید کہ معلّم بود وگرنہ
در صیاد آویزد وبے اسپ تیز صید نتواں
کرد. اما باید کہ ریاضت یافتہ باشد واگرنہ
صیاد را بیند ازد پس شہوت وخشم ہمچو
سگ واسپ است وسعادت آخرت صید
نتواں کرد بے ایں ہر دو اما بشرط آنکہ زیردست

ارشاد ہے:۔ والکاظمین الغیظ
اللہ تعالیٰ ان کی تعریف کرتا ہے کہ وہ غصہ کو
دباتے ہیں، اس کی تعریف نہیں کہ غصہ کا مادہ
ہی نہیں، اور کس طرح شریعت خواہش نفس
کے بالکل ازالہ کا مطالبہ کر سکتی ہے جب کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں،
اگر کسی کی خواہش نفس بالکل زائل ہو گئی ہو تو
اس کو علاج کرنا چاہئے کہ پھر پیدا ہو جائے
اسلئے کہ گھر والوں اور اولاد پر شفقت
جہاد میں کافروں پر غصہ، اور اولاد کا سلسلہ
اور نیک نام کا بقا، یہ سب چیزیں نفس کے
احساسات اور خواہشات سے تعلق رکھتی ہیں
پیغمبروں نے اس کی تمنا کی ہے کہ ان کا سلسلہ
نسبی چلے لیکن شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ
خواہشات کو مغلوب رکھا جائے اور احکام شریعت
کے ماتحت جس طرح گھوڑا سائیس اور کتا
شکاری کے قبضہ میں ہوتا ہے، کتا بھی ایسا
چاہئے جس کی تربیت ہو چکی ہو ورنہ شکاری
ہی پر حملہ آور ہو جائے گا، شکار کے لئے

باشند کہ اگر غالب باشند سبب ہلاک بود،
پس مقصود از ریاضت آنست کہ تا ایں ہر دو
صفت شکستہ شوند وزیر دست باشند
وایں ممکن است[1]"

گھوڑے کی بھی ضرورت ہے لیکن ایسا گھوڑا
درکار ہے جو رام کر لیا گیا ہو ورنہ اپنے سوار کو
گرا دے گا، اسی طرح شہوت اور غصہ کتے
اور گھوڑے کی طرح ہیں، آخرت کی سعادت کو
ان دونوں کے بغیر شکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن شرط یہ ہے کہ ماتحت اور قابو
کے ہوں، اگر غالب ہوں گے تو ہلاکت کا سبب بن جائیں گے، پس ریاضت
اور مجاہدہ کا مقصود یہ ہے کہ یہ دونوں صفتیں شکستہ اور مغلوب ہو جائیں
اور یہ ممکن ہے۔

کرامت بھی ایک بُت ہے

جیسا کہ پر گزر چکا ہے حضرت مخدوم صاحبؒ کے زمانہ میں ہر طرف کرامات کا چرچا تھا اور عوام اس کو بزرگی کی شرط اور مقبولیت کا معیار سمجھتے تھے. حضرت مخدوم صاحبؒ اس مذاق عام اور شہرت عام کے برخلاف یہ ثابت کرتے ہیں کہ کرامات بھی اہل اللہ کے لئے ایک حجاب اور غیر اللہ کے ساتھ مشغولی کا حکم رکھتی ہیں اور اس طرح سے وہ بھی ایک طرح کا بُت ہے جس کی نفی اور اس سے استغنا بعض اوقات ضروری ہوتا ہے:۔

یکے از بتان کرامات است تا کافران بہ بت
تعلق کنند اعداء باشند چوں از بت تبرا
کنند اولیا گردند بت عارفاں را کرامت است
اگر با کرامت بیاسایند محجوب ومعزول گردند

کرامات بھی ایک بُت ہے، جس طرح کافر
بُت سے تعلق رکھتے ہیں دشمن ہوتے ہیں،
جب بُت سے بے تعلقی اور برأت کا اظہار
کرتے ہیں دوست بن جاتے ہیں، عارفوں کا

[1] مکتوب سیزدہم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واگر از کرامات تبرا کنند مقرب گردند
و موصول گردند عزیزے گفتہ است۔ ؎

قطعہ

زاہداں ا جنت و فردوس باید نز نگاہ
عاشقاں الذت اند قصر نزل است و بس
لطف او عام و خاص نیک و بد یابندہ اند
قہر او و پیش رفتن کار مرداں است و کس

ازیں جا است کہ چوں خدائے عز و جل
مر ایشاں را چیزے از کرامات پدید آورد
اندر دل ایشاں خضوع و خشوع زیادہ
گردد و ذل و تواضع بیش آں باشد کہ
بود و ترس و خوف زیادت اراں گردد[1]

بت کرامت ہے اگر کرامت پر قانع اور مطمئن
ہو جائیں محجوب و معزول ہوں، اور اگر کرامات سے
بے تعلقی کا اظہار کریں مقرب و واصل۔ کسی
عارف نے کہا ہے۔ ؎

زاہداں ا جنت و فردوس باید نز نگاہ
عاشقاں الذت اند قصر نزل است و بس
لطف او عام و خاص نیک و بد یابندہ اند
قہر او و پیش رفتن کار مرداں ست و بس

اسی وجہ سے جب اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں
سے کرامات ظاہر فرمایا ہے تو ان کے دل میں
خضوع و خشوع زیادہ ہو جاتا ہے فروتنی
اور تواضع پہلے سے بڑھ جاتی ہے اور ان کے
خوف اور ڈر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

کشوف و کرامات اور استدراج :-

در آنچہ بر صدیقان از کشف و صدق
فراست چیزے پدید می آید و از کارہائے

صدیقین پر کشف اور فراست صادقہ
سے جو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں، اور

[1] مکتوب ہشتم (۸)۔

مستقبل کہ پیش خواہد آمد ایشاں را روشن
می گردد باشد کہ بر بعضے ایں معنی نکشاید
و از ایں جا قدحے لازم نیاید در حال
ایشاں کہ قدح در حال ایشاں گشتن بود
از استقامت و ہر چہ بر صدیقان کشایند
آں سبب مزید یقین ایشاں باشد و داعی
بود بر صدق مجاہدہ و خوے گرفتن باخلاق
حمیدہ باشد، و اگر بر کسے کشاید کہ اندر
سیاست شرع نباشد آں سبب مزید
بعد غرور و حماقت بود و براں معانی مرداں را
از یو دست و خیر دارد و ہم چنیں می باشد
تا رشتۂ اسلام از گردنش بیروں
افتد و از حدود احکام حلال و حرام
منکر گردد و پندار مقصود از عبادت
بجز ذکر خدائی نیست ترک متابعت سنت
پیش گیرد تا در الحاد و زندقہ افتد،
نعوذ باللہ منہا۔[1]

ہونے والے واقعات میں سے جو واقعات ان پر
منکشف ہو جاتے ہیں ہو سکتا ہے کہ بعض
لوگوں پر اس طرح کی چیزیں منکشف نہ ہوں
لیکن اس سے ان پر کوئی اعتراض اور
ان کے کمالات میں کوئی نقص ثابت نہیں
ہوتا، اعتراض اور نقص کی چیز جادۂ استقامت
سے ہٹ جانا ہے۔ صدیقین پر اس طرح کی
جو چیزیں منکشف ہوتی ہیں وہ ان کے یقین
کے اضافہ کا سبب ہوتی ہیں اور اس سے
ان کے مجاہدہ میں اور پختگی اور اخلاق حمیدہ
میں اور ترقی ہوتی ہے، اگر یہ حالات ایسے
کسی شخص کو پیش آئیں جو احکام شریعت کا
پابند نہیں وہ اسکے بُعد کا سبب اور
اسکے فریب و حماقت کا ذریعہ بن جاتے ہیں
وہ اسکے دھوکا اور غرور میں لوگوں کو مغلوب
اور حقیر سمجھنے لگتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے
کہ اسلام کا رشتہ اس کی گردن سے باہر

[1] مکتوب نود و ششم (۹۶)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا ہے، اور وہ احکام الٰہی کے حدود اور حلال و حرام کا منکر بن جاتا ہے، اور سمجھنے لگتا ہے کہ عبادت کا مقصد ذکر الٰہی کے سوا کچھ نہیں، وہ سنت کی پیروی چھوڑ دیتا ہے اور الحاد و زندقہ کا شکار ہو جاتا ہے نعوذ باللہ منہا۔

فضیلت خدمت :-

یک کار بزرگ مر در اخدمت است و در خدمت فائدہا و خاصیتہا است کہ در ہیچ عبادت و طاعت دیگر نیست یکے آنست کہ نفس مردہ شود و کبر و نخوت خواجگی را ببرد و تواضع و عجز در وے پدید آید و او را مودب گرداند و اخلاقہا را نیکو گرداند و علوم سنن طریقت در آموزد و تیرگی و گرانی نفس از وے ببرد و او لطیف و سبک روح گردد و ظاہر و باطنش روشن شود و ایں فوائد مخصوص است بخدمت بزرگے را پرسیدند کہ راہ بحق چنداست گفت بعدد ہر ذرہ از موجودات راہے است بحق اما ہیچ راہ نیکوتر و نزدیک تر از راحت رسانیدن

سالک کے لئے ایک اونچا کام خدمت ہے خدمات میں وہ فوائد اور خاصیتیں ہیں جو کسی دوسری عبادت و طاعت میں نہیں ایک یہ کہ نفس مردہ ہوتا ہے اور بڑائی و سرداری کبر و نخوت نکال دیتی ہے، اور تواضع و عجز پیدا ہوتا ہے، خدمت اس کو مہذب اور مودب بنا دیتی ہے، اخلاق کو آراستہ کرتی ہے اور سنت و طریقت کے علوم سکھاتی ہے نفس کی ظلمت اور گرانی کو دور کرتی ہے، انسان کو لطیف اور سبک روح بناتی ہے اور اس کا ظاہر و باطن روشن ہو جاتا ہے، یہ سب فوائد خدمت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا خدا تک پہونچنے کے کتنے راستے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ موجودات

بدلہا نیست و ما بدیں راہ یافتیم و بدیں مرید آں را وصیت کردیم و گفتہ بزرگانست کہ اوراد و طاعات ایں طائفہ زیادت از آنست کہ در بیاں آید و چوں دزاں ہمہ فارغ شوند ہیچ ورد و طاعت فاضل تر و با فائدہ تر از خدمت کردں یک دیگر نیست [1]

اور دنیا میں جتنے ذرات ہیں اتنی ہی خدا تک پہونچنے کی راہیں ہیں، لیکن کوئی راستہ دلوں کو راحت پہونچانے سے زیادہ بہتر اور نزدیک تر نہیں، اور ہم نے اسی راہ سے خدا کو پایا ہے، اور اپنے تعلق والوں کو یہی کی وصیت کی ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ اس گروہ کے اوراد و طاعات بیان سے باہر ہیں، وہ جب ان سب سے فارغ ہوتے ہیں تو پھر کوئی ورد و طاعت ایک دوسرے کو خدمت کرنے سے زیادہ افضل اور مفید نہیں۔

نفس کی اصلاح کا معیار

نفس کی اصلاح کا معیار ان حضرات کی نظر میں بہت بلند ہے، حقیقتاً اس بات کا اطمینان بہت مشکل ہے کہ نفس دعوی خدائی سے دست بردار اور خواہشات و شہوات کی گرفتاری سے آزاد ہو گیا ہے اور تربیت و اصلاح کے اس مقام پر پہونچ گیا ہے کہ اب اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین کے نزدیک اس کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش سے قدم نہ اٹھائے، شریعت کے حکم پر چلے اور احکام شریعت میں رخصت و تاویل سے کام نہ لے، اگر نفس پر کسی خاص نفسانی خواہش اور طبیعت کا غلبہ ہے تو حقیقتاً وہ اس جانور کے مشابہ ہے جو اس خواہش کا سب سے بڑا نمائندہ اور مظہر ہے۔

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں :-

[1] مکتوب ہشتاد و نہم (۸۹)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اے برادر نفس آدمی مکارہ و فریبندہ است
ہمہ دعویٰ دروغ کند و لاف زند کہ ہوا زیر
دست فست از وے برہان باید طلبید،
و ہیچ برہانے نیست مگر آنکہ بحکم خود
قدمے نہ زند بحکم شرع رود کہ اگر ہمیشہ
مطوع تن در تواند واو راست می گوید
اگر در احکام شرع رخصت و تاویل می طلبد
موافق ہوا و شہوت آں مدبر ہنوز اسیر
ہوا است اگر اسیر خشم است سگے است
در صورت آدمی واگر اسیر شکم است
بہیمے است واگر اسیر شہوت ہائے زشت
است خوکے است واگر اسیر جامہ
و تجمل است زنے است در صورت
مرد، مگر کسے کہ خود را احکام اوامر
شرع بیارآید و بیازماید
و عنان خود بدست شریعت دہد
تاچنانکہ اومی گردد می تواند گشتن آنگاہ
صفات او اسیر او شدہ باشد
پس کسانیکہ ارباب بصیرت بودہ اند

میرے بھائی آدمی کا نفس مکار دھوکا دینے
والا ہے، وہ ہمیشہ جھوٹے دعوے اور
لاف زنی کرتا ہے کہ خواہش نفس میری
محکوم ہو گئی ہے، اس سے اس کا ثبوت
مانگنا چاہئے، اور اس کا ثبوت صرف یہ ہے
کہ وہ اپنے حکم سے ایک قدم نہ اٹھائے،
شریعت کے حکم سے چلے، اگر ہمیشہ وہ
شریعت کی اطاعت میں سرگرمی دکھاتا ہے
تو صحیح کہتا ہے اگر احکام شریعت میں اپنی
ہوا و خواہش کے موافق رخصت و تاویل
چاہتا ہے تو وہ بے اقبال ابھی تک
اسیر کمندِ ہوا ہے، اگر غصہ کا غلام ہے
تو وہ ایک کتا ہے آدمی کی شکل میں،
اگر پیٹ کا غلام ہے تو ایک جانور ہے،
اور اگر وہ فاسد خواہشات نفس کا اسیر ہے
تو وہ ایک سور خنزیر ہے، اور اگر وہ لباس
و زینت کا غلام ہے تو وہ عورت ہے مرد کی
صورت میں، لیکن جو شخص اپنے کو احکام شریعت
کے مطابق آراستہ کرتا ہے اور نفس کا امتحان

و کارہا را چنانکہ بود بدیدند تا نفس باز پسیں
لگام تقویٰ از شر نفس خود فرو دنیا
وردند[1]

لیتا رہتا ہے اور اس نے اپنی باگ شریعت
کے ہاتھ میں دے دی ہے، جس طرف وہ پھیرتی ہے
اسی طرف وہ پھر جاتا ہے، اُس وقت اس کو
کہا جا سکتا ہے کہ اس کی صفات اُس کی محکوم اور زیر فرمان ہو گئی ہیں،
پس جن لوگوں کو اللہ نے بصیرت دی تھی، اور جو حقائق پر نظر رکھتے تھے
وہ دم واپسیں تک اپنے نفس کو تقویٰ اور خوف الٰہی کی لگام دیے رہے۔

[1] مکتوب نود و ششم (۹۶)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دہم

حفاظتِ دین و حمایتِ شریعت

ایک اصلاحی و تجدیدی کارنامہ

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کا تمام تر کارنامہ یہی نہیں ہے کہ انھوں نے ہندوستان کے باشندوں کو خدا کا راستہ دکھایا، معرفت الٰہی اور تعلق مع اللہ کی ضرورت و اہمیت دل نشین کی، ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دلوں میں عشق الٰہی و خدا طلبی کی حرارت پیدا کر دی اور سلوک و معرفت کے اسرار و نکات اور لطیف و بلند علوم کا اظہار فرمایا، بلکہ بعض دوسرے مصلحین امت اور محققین کی طرح اُن کا یہ بھی عظیم و روشن کارنامہ ہے کہ انھوں نے بروقت دین کی حفاظت کا فرض انجام دیا، مسلمانوں کے دین و ایمان کو غالی صوفیوں کی بے اعتدالیوں، ملحدین کی تحریفات اور باطنیت و زندقہ کے اثرات سے محفوظ رکھا اور ان مغالطوں کا پردہ چاک کیا جو بداعتقاد صوفیوں جاہل مشائخ اور فلسفہ و باطنیت سے متاثر اشراقیین کی دعوت و تبلیغ سے ہندوستان جیسے دُور افتادہ ملک میں (جہاں اسلام بہت چکر کاٹ کر پہونچا تھا، اور جہاں کتاب و سُنت سے براہِ راست واقفیت پیدا کرنے کے وسائل شروع سے کمزور اور محدود رہے) سحر کا اثر رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے مکتوبات میں ان سب عقائد و خیالات پر ضرب کاری لگائی، جس کے پردہ میں یہاں الحاد و زندقہ پھیل رہا تھا

اور اسلامی عقائد متزلزل ہو رہے تھے، اور اسلام کے عقائد صحیحہ اور اہل سنت کے مسلک کی نہایت مؤثر و طاقتور وکالت اور تبلیغ کی، وہ چونکہ حقائق و معارف میں بلند ترین پایہ رکھتے تھے، اشراق اور کشف و شہود کے اعلیٰ مقام پر پہونچ چکے تھے، ریاضات و مجاہدات کی طویل ترین و دشوار ترین گھاٹیاں طے کر چکے تھے، اور اس میدان میں اُن کا مرتبہ "امامت و اجتہاد" تک پہونچنا سب کو تسلیم تھا اسلئے اس بارے میں ان کی تصریحات و تحقیقات خاص وزن اور قیمت رکھتی ہیں، اور ان کی تردید بلکہ تحقیر کسی بڑے سے بڑے صاحب "اشراق و کشف" کے لئے آسان نہیں کہ اُن کا معاملہ یہ تھا کہ ؎

ہوں اس کوچہ کے ہر ذرہ سے آگاہ
ادھر سے مدتوں آیا گیا ہوں

نبوت ولایت سے افضل ہے

ایک عرصۂ دراز سے تصوف کے بعض حلقوں میں اس خیال کی اشاعت ہو رہی تھی کہ ولایت کا مقام نبوت کے مقام سے افضل ہے، اور یہ کہ ولایت تمام تر توجہ الی الحق اور انقطاع عن الخلق کا نام ہے، اور نبوت کا موضوع دعوت ہے جس کا تعلق خلائق سے ہے اسلئے ولی رو بحق ہوتا ہے اور نبی رو بخلق، اور رو بحق ہونے کی حالت رو بخلق ہونے کی حالت سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ بعض لوگوں نے اس میں اتنی احتیاط کی کہ انھوں نے یہ کہا کہ ولایت عام طور پر نبوت سے افضل نہیں بلکہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے، اور نبی جب مشغول بالخالق ہوتا ہے تو اس کی یہ حالت اس حالت سے افضل ہوتی ہے جب وہ دعوت کے سلسلہ میں مشغول بالخلق ہوتا ہے۔

لیکن اس کی جو بھی تاویل کی جائے اس عقیدہ و خیال سے نبوت کی تحقیر کا پہلو نکلتا تھا اس کی اہمیت و عظمت کم ہوتی تھی اور الحاد و زندقہ کا ایک دروازہ کھلتا تھا حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ نے اس عقیدہ کی پرزور تردید فرمائی اور بڑی قوت و وضاحت سے ثابت فرمایا کہ نبوت کا مقام ولایت سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے، نبی کے تمام احوال و اوقات ولی کے احوال و اوقات سے افضل ہیں، بلکہ انبیاء کی ایک سانس اولیاء کی تمام عمر سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افضل ہے، اسی سلسلہ میں انھوں نے بڑی محققانہ اور عارفانہ باتیں لکھی ہیں، اور چونکہ وہ خود ولایت و معرفت کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے، اسلئے ان کا فرمانا محض ذہانت اور علم کے زور کا نتیجہ نہیں، تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے، کہ۔ ؎

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

"برادر اعز شمس الدین کو معلوم ہو کہ باتفاق جملہ مشائخ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام اوقات و احوال میں اولیاء پیغمبروں کے تابع ہیں اور انبیاء اولیاء سے افضل ہیں، جو ولایت کی نیابت ہے، وہ نبوت کی ہدایت ہے، تمام انبیاء ولی ہوتے ہیں لیکن اولیاء میں سے کوئی نبی نہیں ہوتا، علماء اہل سنت والجماعت اور اس طریق کے محققین میں اس مسئلہ کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں، ہاں ملحدین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ اولیاء انبیاء سے افضل ہیں، اور وہ دلیل یہ لاتے ہیں کہ اولیاء تمام اوقات میں مشغول بحق رہتے ہیں اور انبیاء اکثر اوقات دعوت خلق میں رہتے ہیں پس جو شخص مشغول بحق ہو وہ افضل ہوا اس سے جو کسی کسی وقت مشغول بحق ہوتا ہے، ایک گروہ (جس کو صوفیہ سے محبت کا دعویٰ ہے اور وہ اُن سے نیک گمان رکھتا ہے اور انکی پیروی کا دم بھرتا ہے) اس کا قائل ہے کہ مقام ولایت مقام نبوت سے برتر ہے، نبی کو علم وحی ہوتا ہے اور ولی کو علم اسرار، ولی کو ایسے اسرار معلوم ہوتے ہیں جن سے انبیاء بے خبر ہوتے ہیں، انھوں نے اولیاء کے لئے علم لدنی ثابت کیا اور اس کا استنباط حضرت موسیٰ اور خضر کے

قصہ سے کیا، انھوں نے کہا کہ خضرؑ ولی تھے اور حضرت موسیٰ نبی، حضرت موسیٰ پر وحی ظاہر آتی تھی جب تک وحی نہ آتی، اُن کو کسی واقعہ کا راز اور کسی بات کا بھید معلوم نہ ہوتا، حضرت خضرؑ کو علم لدنی حاصل تھا، اس کی وجہ سے وہ بغیر وحی کے غیب تک جان لیتے، یہاں تک کہ حضرت موسیٰؑ کو اُن کا شاگرد بننے کی ضرورت پیش آئی، اور سب کو معلوم ہے کہ اُستاد شاگرد سے افضل ہوتا ہے ——

لیکن یہ یاد رہے کہ اس طریق کے پیشوا جن کے دین پر اعتماد کیا جا سکتا ہے وہ ایسے اقوال و عقائد سے بیزار ہیں، وہ اس کو ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ کسی کا مرتبہ انبیاء سے بلند ہو سکتا ہے یا ان کے برابر بھی ہو سکتا ہے، باقی موسیٰؑ اور خضرؑ کے قصہ کا جواب یہ ہے کہ خضرؑ کو فضیلت جزئی حاصل تھی، اور وہ خاص واقعات کا علم لدنی ہے، اور حضرت موسیٰؑ کو مطلق فضیلت حاصل تھی، فضیلتِ جزئی فضیلتِ مطلق کو منسوخ نہیں کرتی، جیسے کہ مریمؑ، کہ اُن کو ایک طرح کی فضیلت حاصل تھی کہ مرد کے تعلق کے بغیر حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے، لیکن یہ فضیلت حضرت عائشہؓ و حضرت فاطمہؓ کی فضیلت پر غالب نہیں، اسلئے کہ ان کو فضیلتِ مطلقہ حاصل تھی تمام دنیا کی عورتوں پر، یاد رکھو اگر تمام اولیاء کے تمام احوال و اعمال، انفاس و زندگی کو نبی کے ایک قدم کے مقابلہ میں تصور کیا جائے تو وہ ہیچ اور معدوم نظر آئیں گے۔ اولیاء جس چیز کے طالب ہیں اور جس چیز کے لئے سفر طے کرتے ہیں اور محنتیں کرتے ہیں انبیاء اُس مقام پر پہونچ چکے ہیں اور اس کو پا چکے ہیں، انبیاء دعوت کا کام بحکم الٰہی انجام دیتے ہیں اور ہزار دل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وکھوں بندگانِ خدا کو خدا رسیدہ اور واصل بناتے ہیں۔

انبیاء کی ایک سانس تمام اولیاء کی پوری زندگی سے افضل ہے :-

پس انبیاء کی ایک سانس تمام اولیاء کی تمام زندگی اور عمر سے افضل ہے، اس لئے کہ جب اولیاء نہایت کو پہونچتے ہیں تو مشاہدہ کی خبر دیتے ہیں اور حجابِ بشریت سے خلاصی پاتے ہیں، اگرچہ وہ اس حالت میں بھی بشر ہی رہتے ہیں پیغمبر پہلے قدم میں مقام مشاہدہ پر فائز ہوتے ہیں جو اولیاء کی انتہا ہوتی ہے وہ انبیاء کی ابتداء، انبیاء کو اولیاء پر قیاس ہی نہیں کیا جا سکتا۔ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ انبیاء کے حالات کے بارہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: "توبہ توبہ ہمارا اس عالم میں کوئی دخل نہیں"۔ پس جس طرح اولیاء کا مرتبہ مخلوق کے ادراک و تصور سے مخفی ہے، اسی طرح انبیاء کا مرتبہ اولیاء کے ادراک سے بالاتر ہے۔ اولیاء انبیاء کے متابعت میں اپنے قدموں سے تیز چلنے اور دوڑنے والے ہیں اور انبیاء، اولیاء کے مقابلہ میں اڑنے والے ہیں، دوڑنے والا اڑنے والے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

انبیاء کا جسم اور اولیاء کا قلب :-

انبیاء کا جسم خاکی اپنی صفائی اور پاکیزگی اور قرب خداوندی میں اولیاء کرام کے دل اور ان کے سرّ اور راز و نیاز کے برابر ہے، پس عظیم الشان فرق ہے، اس شخص کے درمیان جس کے جسم کو وہاں لے جائیں جہاں دوسرے کا

راز و نیاز پہونچ سکتا ہے۔[1]

شریعت کا لزوم و دوام

اسی طرح تصوف کے بعض حلقوں میں ایک مغالطہ یہ پھیلا ہوا تھا کہ شریعت کی پابندی اور پیروی کی ضرورت ایک خاص وقت اور ایک خاص حد تک رہتی ہے۔ جب سالک مقام تحقیق اور مرتبۂ یقین پر پہونچ جاتا ہے اور واصل باللہ ہو جاتا ہے تو پھر وہ شریعت کی پابندیوں اور فرائض شرعی سے آزاد اور مستغنی ہو جاتا ہے اس عقیدہ نے اچھی خاصی مقبولیت حاصل کر لی تھی، اور بہت سے ملحد اور بے عمل صوفیوں اور جاہل مشائخ نے اس کے ذریعہ بڑا فتنہ برپا کر رکھا تھا، اور بعض حلقوں میں اس سے نہ صرف انتشار و بے عملی بلکہ الحاد و زندقہ پھیل رہا تھا، بعض پڑھے لکھے لوگ بھی اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی مشہور آیت "واعبد ربك حتى يأتيك اليقين[2]" سے استدلال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ عبادت و اتباع شریعت کا سلسلہ اس وقت تک قائم رہنا چاہئے جب تک یقین حاصل ہو جائے، یقین حاصل ہو گیا تو پھر تمام تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں، حضرت شیخ شرف الدینؒ نے اس گمراہ کن عقیدہ اور مغالطہ کی زبردست تردید کی۔ اُن کے متعدد مکتوبات اس موضوع پر ہیں جن میں انھوں نے پوری قوت اور جوش کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ شریعت کی پابندی دم واپسیں تک رہتی ہے اور کسی حال اور کسی وقت میں بھی نہ تکالیفِ شرعیہ اور فرائض دینیہ ساقط ہوتے ہیں اور نہ کوئی انسان اس سے مستثنیٰ ہے۔

---

[1] مکتوب بستم۔

[2] اس آیت کی صحیح تفسیر کے لئے محققین کی تصنیفات (مستند تفاسیر ملاحظہ ہوں) مشہور تفسیر یہ ہے، کہ یقین سے مراد موت ہے۔ ۱۲

www.KitaboSunnat.com

شریعت کی پابندی ہمیشہ ضروری ہے

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

"برادر اعز، شمس الدین کو معلوم ہو کہ شیطان کبھی کبھی صوفیوں اور اہلِ ریاضت پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ ترکِ معصیت کا مقصد یہ ہے کہ خواہشاتِ نفس شکستہ اور صفاتِ بشریت مغلوب ہو جائیں، اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی یاد دل پر غالب آجائے اور دل ظلماتِ بشریت سے ذکرِ الٰہی کے اثر سے صاف ہو جائے اور اسکے نتیجہ میں معرفتِ خداوندی کی حقیقت اس کو حاصل ہو جائے، شریعت کی پابندی کعبۂ وصال تک پہونچنے کی ایک راہ ہے، جو شخص کعبۂ وصال کو پہونچ گیا اُس کو راستہ، توشے اور سواری کی اب کیا ضرورت ہے؟ پس شیطان اس گروہ کو یہ سمجھاتا ہے کہ اگر وہ نماز پڑھیں گے تو وہ اُن کے لئے حجاب ہو جائے گی اسلئے کہ اُن کو وصول حاصل ہو چکا ہے، ایسے لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو دائمی مشاہدہ میں رہتے ہیں اور نماز رکوع و سجود کا مقصد یہ ہے کہ غافل دل کو حضوری ہو جائے، ہم خود ایک لمحہ بھر غافل نہیں ہوتے، عالم ملکوت کو آشکارا دیکھتے ہیں، انبیاء کے جوار مقدس میں رکھے جاتے ہیں، ہم کو ان عبادات اور فرائض شرعی کی کیا ضرورت ہے ——

درحقیقت یہ خود ابلیس کا حال اور اس کا واقعہ ہے اس نے اپنا کمال قرب دیکھا اور کہا کہ آدم کو سجدہ سے کیا حاصل، آدم اس سے کم ہیں، مجھے اس کا سجدہ کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا قصہ افسانہ کے طور پر نہیں بیان کیا ہے، وہ انھیں لوگوں کی

عبرت کے لئے بیان کیا جو اس مغالطۂ شیطانی میں گرفتار ہیں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ کسی مقرب کو شریعت کی فرمانبرداری سے چارہ نہیں بزرگانِ دین نے جو یہ فرمایا ہے کہ شریعت کی پیروی حق تعالیٰ تک پہونچنے کا راستہ ہے، انھوں نے سچ فرمایا ہے۔

بقاءِ شریعت کا راز :—

شیطان نے یہاں ایک نکتہ اس گروہ کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے اس نے یہ باور کرایا کہ شریعت کا مقصود صرف اتنا ہے کہ حضوری حاصل ہو جائے، لیکن یہ غلط ہے شریعت کا اسکے علاوہ بھی مقصود ہے، مثلاً پانچ وقت کی نمازیں ایسی ہیں جیسے کسی دریچۂ کمال میں پانچ کیلیں لگی ہوں، اگر کیلیں الگ ہو جائیں تو وہ دریچۂ کمال سے جدا ہو کر گر جائے، جیسے خود ابلیس گر گیا، اگر کوئی کہے کہ یہ پانچ نمازیں کس طرح پانچ کیلوں کی طرح ہیں جن سے کمال کا یہ دریچہ تھما ہوا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا پہچاننا انسان کی طاقت میں نہیں، یہ درحقیقت ایسا ہی ہے جیسے اشیاء اور ادویہ کے خواص، عقل اس کی وجہ دریافت نہیں کر سکتی، جیسے سنگ مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا سبب کیا ہے۔

ایک بلیغ مثال

فرائض شرعی اور شریعت کے احکام کی پابندی میں کیا کیا حکمتیں ہیں، اور وہ انسان کے دین وایمان اور اپنے خالق کے ساتھ تعلق کی اور منصب بندگی کی کس طرح حفاظت کرتے ہیں اور اُن کے رد سے کس طرح انسان کا دین وایمان اور اس کا تعلق برباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوجاتا ہے اور وہ کس طرح نفس و شیطان کا شکار، درجۂ اعتبار سے ساقط اور راندۂ درگاہ ہوجاتا ہے
اس کی ایک بلیغ مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اس کو ایسا سمجھو کہ ایک شخص نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر محل تعمیر کیا، وہاں انواع واقسام کی نعمتیں جمع کیں، جب اس کا آخیر وقت ہوا تو اس نے لڑکے کو وصیت کی کہ اس محل میں جو ترمیم و تصرف چاہنا کرنا، لیکن ایک خوشبودار گھانس کا ایک حصہ جو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں وہ چاہے خشک ہوجائے اُس کو باہر نہ کرنا، جب پہاڑ کی چوٹی پر بہار آئی، تو پہاڑ و میدان سب سرسبز ہوگئے، بہت سی تازہ اور خوشبودار گھانس پیدا ہوگئی جو اس پرانی گھانس سے زیادہ تر و تازہ تھی، اس میں بہت سی گھانس اور پھول اس محل میں آئے جن کی خوشبو نے سارے محل کو معطر کردیا اور ان کے سامنے اس پرانی سوکھی ہوئی گھانس کی خوشبو دب گئی، لڑکے نے سوچا کہ میرے والد نے یہ پرانی گھانس اس محل میں اسلئے رکھی تھی کہ اس کی خوشبو پھیلے اور یہ جگہ اس سے معطر ہو، اب یہ سوکھی گھاس کس کام آئے گی، اس نے حکم دیا کہ اس گھاس کو باہر پھینک دیا جائے، جس وقت محل اُس گھاس سے خالی ہوگیا ایک کالے سانپ نے سوراخ سے سر نکالا اور لڑکے کو ڈس لیا اور اُس کا کام تمام ہوگیا، سبب اس کا یہ تھا کہ اس گھاس کے دو فائدے تھے:۔ ایک یہ کہ وہ خوشبو دے، اور دوسرے اس میں خاصیت تھی کہ وہ جہاں ہوتی ہے سانپ اسکے قریب نہیں جاسکتا، گویا وہ سانپ کا تریاق تھی یہ خاصیت کسی کو معلوم نہیں تھی، لڑکے کو اپنی ذہانت پر ناز تھا وہ سمجھا کہ جو اس کے

معلومات کے دائرہ میں نہ ہو گویا کہ قدرت خداوندی کے خزانہ میں موجود نہیں ہے اس کو اس آیت کا مفہوم نہیں معلوم تھا: "وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" وہ اپنی ذہانت کے غرہ میں مارا گیا ـــــــ

اسی طرح یہ صاحب کشف وکرامت گروہ اس مغالطہ کا شکار ہوا کہ شریعت کا جو راز ہم پر منکشف ہوگیا اور اس کی جتنی حکمت انھوں نے سمجھی اسکے علاوہ نہ کوئی راز ہے اور نہ کوئی حکمت، حالانکہ یہ ایک بڑی زبردست غلطی ہے، جو اس راہ کے سالکین کو کبھی کبھی پیش آتی ہے، اور بہت سے لوگ اس کا شکار ہو کر ہلاک ہوچکے ہیں، ان لوگوں نے راہِ شریعت کا ایک ہی مقصود سمجھا، اور یہ نہیں سمجھے کہ اس میں دوسرے اسرار بھی ہیں، انھوں نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ اگر دوسری حکمتیں نہ ہوتیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنی نمازوں کی کیا ضرورت تھی جس سے پائے مبارک میں ورم آجاتا تھا، آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اُمت پر واجب ہے پیغمبر پر نہیں [1]

علماء اور مشائخ کاملین کا اسوہ:ـــ

وہ علماء و مشائخ و صوفی جو درجۂ کمال پر پہونچے، انھوں نے سمجھا کہ شریعت کی پابندیوں میں ہر پابندی ایک راز ہے جس سے آخرت کی سعادت مربوط اور وابستہ ہے یہاں تک کہ ان بزرگوں نے اپنے دم واپسیں تک آداب شریعت

[1] مکتوب ہفتدہم ۔ ۱۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے ایک ادب بھی ترک نہیں کیا، یہاں تک کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خادم انتقال کے وقت وضو کرا رہا تھا وہ داڑھی میں خلال کرانا بھول گیا آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کہ وہ سنت بجا لائے، لوگوں نے کہا کہ حضرت ایسے وقت میں اتنی بھی رخصت نہیں، فرمایا: یہ ہم خدا تک اسی کی برکت سے پہونچے ہیں: "اہل کمال کا یہی شعار تھا اور فریب خوردہ لوگ جلدی دھوکہ میں آجاتے ہیں، جس چیز کو وہ نہیں دیکھ سکے اور جو چیز ان کی سمجھ میں نہیں آئی وہ سمجھے اس کا وجود نہیں، فجر کی نماز دو رکعت ہے ظہر کی نماز چار رکعتیں عصر کی نماز چار رکعتیں، مغرب کی تین، عشاء کی چار، پھر ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں، ان سب میں ایک سر اور خاصیت ہے جن کا حصول کمال میں خاص دخل ہے، اور انتقال کے وقت تک ان کی پابندی کرنے کا اثر ظاہر ہوتا ہے، اگر یہ نہ ہو تو پھر کوئی کمال مفید نہیں، اگر سالک ان کو چھوڑے گا اور دنیا سے چلا جائے گا، اپنے کو تباہ دیکھے گا اس وقت کہے گا کہ وہ میرا کمال کیا ہوا؟ جواب دیا جائے گا کہ کمال کے تخم میں کیلیں نہیں تھیں، مرنے کے وقت وہ جڑ سے اکھڑ گیا، جیسے کہ ابلیس کے تمام کمالات ایک نافرمانی کی وجہ سے خاک میں مل گئے"[1]

حضرت شیخ شرف الدین اس بارہ میں اتنے راسخ الاعتقاد اور متشدد تھے کہ ایک مکتوب میں اس عقیدہ کی (کہ شریعت کی پابندی خاص حالات و مقامات پر ضروری نہیں) تردید کرتے ہوئے

[1] مکتوب ہژدہم۔ ۱۲

فرماتے ہیں:۔

"وایں غلط است و مذہب ملحداں آنست کہ گویند یکے بے دیگرے روا باشد و گویند چوں حال حقیقت کشف گشت شریعت برخیزد و لعنت بریں اعتقاد باد و بریں مذہب"[1]

یہ غلط ہے اور ملحدین کا مذہب ہے جو کہتے ہیں، ایک دوسرے کے بغیر روا ہے، اور کہتے ہیں جب حقیقت تک رسائی ہو گئی اور کشف و شہود حاصل ہو گیا تو شریعت کا حکم اٹھ گیا، لعنت ہے اس عقیدہ اور اس مذہب پر

شریعت کی شرط

وہ تمام محققین صوفیہ کی طرح شدت کے ساتھ اس بات کے قائل اور داعی ہیں کہ سلوک و طریقت شریعت کی پیروی اور پابندی کے بغیر ممکن نہیں۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

"جو شخص طریقت میں شریعت کا تابع نہیں ہوگا اس کو طریقت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا، یہ ملحدین کا مذہب ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر جائز ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب حقیقت منکشف ہو گئی شریعت کی ضرورت باقی نہیں رہی، خدا کی لعنت ہو اس عقیدہ پر، ظاہر بے باطن نفاق ہے، اور باطن بے ظاہر زندقہ، ظاہر شریعت بے باطن نقص ہے اور باطن بے ظاہر ہوس، ظاہر ہمیشہ باطن کے ساتھ پیوستہ ہے، ظاہر باطن کے ساتھ ایسا پیوستہ ہے کہ کوئی شخص اس کو علیحدہ نہیں کر سکتا"[2]

[1] مکتوب بست و ششم ۔۱۲

[2] مکتوب بست و ششم (۲۹) ۔۱۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتباعِ محمدی سے چارہ نہیں

حضرت مخدومؒ مکتوبات میں بڑے جوش و خروش اور بڑے شوق و یقین کیساتھ اس بات کی تبلیغ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو محبوب رب العالمین ہیں آپ کی پیروی کے بغیر نہ نجات ممکن ہے نہ حقیقت تک رسائی، نہ کمالات و سعادتِ اخروی کا حصول۔ ایک مکتوب میں قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کی تلقین و تفسیر کرتے ہوئے کسی مبشر و شاعر عارف کے یہ اشعار جو خود ان کے دلی جذبات و کیفیات کے ترجمان ہیں نقل کرتے ہیں۔ ؎

اودلیل تو بس تو رہ بموئی ۔ اوزبان تو بس تو یاوہ گوئی
ہرچہ او گفت زراز مطلق داں ۔ ہرچہ او کرد، کردۂ حق داں
خاک او باش بادشاہی کن ۔ آن او باش ہرچہ خواہی کن
ہرکہ چوں خاک نیست بر درِ او ۔ گر فرشتہ است خاک بر سرِ او[1]

---

[1] مکتوب پانزدہم۔ ۱۲

سلسلۂ فردوسیہ کی اشاعت اور اسکے بعض مرکز

حضرت مخدوم الملکؒ کے بعد سلسلۂ فردوسیہ نے کیا ترقی کی اس کی تفصیل کسی کتاب میں مرتب طریقہ سے نظر سے نہیں گزری۔ آپکے بعد مولانا مظفر بلخی (مدفون عدن) جانشین ہوئے اور بہار کی خانقاہ میں یہ سلسلہ جاری ہوا ——— اپنے دور میں مخدوم شاہ شعیب فردوسی بن مخدوم جلال منیریؒ ابن عم مخدوم الملک نے شیخپورہ ضلع مونگیر (بہار) میں خانقاہ قائم کی، آپکے خاندان کے افراد سے ابتک یہ سلسلہ وہاں قائم ہے۔ مخدوم شاہ شعیب فردوسی کی ایک کتاب 'بزرگانِ فردوسیہ کے حالات میں "مناقب الاصفیاء" ہے، جو طبع ہو چکی ہے، اور اس کتاب میں اس سے خاص مدد لی گئی ہے ——— مخدوم الملکؒ کے بعد منیر میں سلسلۂ فردوسیہ نے ترقی کی جن میں آپکے خاندان کے مخدوم شاہ دولت منیری متوفی ۱۰۱۷ھ مشہور بزرگ گذرے، آپکے ایک مرید و خلیفہ امان اللہ صدیقی عاصی سندیلہ یوپی سے سلسلہ جاری ہوا ——— تقریباً دسویں صدی میں تھہا ضلع پٹنہ میں فردوسیہ سلسلے کی ایک خانقاہ قائم ہوئی اور اب تک سلسلہ جاری ہے۔ صوبۂ بہار میں کوئی خانقاہ ایسی نہیں جہاں یہ سلسلہ نہیں ہے، اور جہاں بھی یہ سلسلہ ہے مخدوم الملکؒ کی ذات سے ہے ——— محلہ شمار بھٹکل "میسور اسٹیٹ" میں بھی اس سلسلہ کی خانقاہ ہے[1]

حضرت مخدوم صاحبؒ کے بعض دوہے اور ہندی فقرے :———

بہار اور اس کے اطراف میں حضرت مخدوم صاحبؒ کے بہت سے دوہے اور ہندی فقرے زبان زد عوام ہیں ——— جیسے :———

---

[1] افادہ مولوی سراد اللہ صاحب منیری ندوی۔ ۱۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرفا بھٹکا مت پھرے اور چت مت کیجے اداس ÷ سائیں بسے سرپریں کہ جیوں پھولن میں باس

شرفا گور ڈراؤنی اور نس اندھیاری رات ÷ واں نہ کوئی پوچھے کہ کون تو ہاری ذات

ہمہ گشتا دَر دَر پھرے، دَر دَر دُر دُر ہوے ÷ ایک در کو تھام لے، کہے نہ دُر دُر کوے[1]

مولانا سید سلیمان ندویؒ "نقوش سلیمانی" میں لکھتے ہیں : ــــــ

حضرت شیخ شرف الدین احمد منیریؒ کے بہت سے ہندی دوہے ہیں، جن میں بعض بیماریوں کی مجرب دوائیں بتائی گئی ہیں۔ مثلاً۔ ؎

لودھ پھٹکری مردا سنگ ÷ ہلدی زیرا ایک ایک ٹنگ

افیون چنا بھر، مرچیں چار ÷ ارد بھر تھوتھا اس میں ڈار

پوست کے پانی پوٹلی کرے ÷ نینا پیر ابل میں ہرے

ہمارے وطن (دیسنہ ضلع پٹنہ) کے کتب خانۂ اصلاح میں ایک فالنامہ کے دو صفحے پرانے کاغذ کے ہیں، جن میں اسی زبان میں مختلف اعداد کے جوابات بتائے گئے ہیں، اور اسکے سرنامہ پر اس فالنامہ کی نسبت حضرت مخدوم صاحبؒ کی طرف کی گئی ہے، اس میں کل ستائیس فقرے ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں : ــ

۱۱۱ ــ جو سی کی منسی کیا ہوئی سو ہوئی۔

۱۱۲ ــ ناہیں کچھ کرو نصیب لاگی بات ہے۔

۱۳۱ ــ ابھیں ابھیں ناہیں۔

۲۱۱ ــ ابھیں ناہیں، سوت رہو جائے۔

۲۳۱ ــ راج پاٹ اپل کے دیا تکون۔

۲۳۲ ــ ابھیں ناہیں آگو ہو یگا۔

۳۱۱ ــ تورے دن کے اب سکھ سوجتا ناہیں[2]

---

[1] افادہ مولوی مراد اللہ صاحب منیری ندوی ۔۱۲

[2] نقوش سلیمانی" از مولانا سید سلیمان ندوی ص ۴۸ و ۴۹ ۔

اشاریہ

(انڈکس)

مرتبہ

شاہ محمد شبیر عطا ندوی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعلام

الف

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲۱۰

۲۵۱، ۲۷۱، ۲۷۲، ۳۰۴

(حضرت سید) آدم بنوری ۱۸۹

(مولانا) آدم حافظ ۲۳۸

(مولانا) آزاد ۲۹

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۷۷

۲۵۱، ۲۷۲

(سلطان) ابراہیم شرقی ۱۶۵، ۱۶۱

ابراہیم قوام (مصنف شرف نامہ)

(مولانا) ابراہیم ۲۲۶، ۲۳۰

ابن جوزی ۲۴۱، ۲۴۲

ابن حجر مکی ۱۸۹

ابن خلدون ۲۴۱

ابن شداد ۲۴۱

ابن عربی (شیخ محی الدین) ۲۴۱

ابن عمید ۲۴۱

ابن قیم ۲۴۱

ابن یمین ۲۲۶

(خواجہ) ابو احمد چشتی ۲۳

(خواجہ) ابو اسحاق چشتی ۲۳، ۲۴

(خواجہ) ابو بکر ۱۵۰

(مولانا) ابو الحسن (خلیفہ مخدوم الملک) ۲۳۸

(مولانا) ابو الحسن علی ندوی ۱۸

(مولانا) ابو حفص اوشی ۳۱

ابو حیان توحیدی ۲۴۱

(خواجہ) ابو سعید ابو الخیر ۱۱۴، ۱۴۰

ابو الفضل ۳۰، ۲۴۲

(مولانا) ابو القاسم ۲۳۸

(فقیہہ) ابو اللیث سمرقندی ۳۱

(خواجہ) ابو محمد چشتی ۲۳

(خواجہ ناصر الدین) ابو یوسف ۲۳

(مولانا) احمد آموں ۲۲۶، ۲۲۸، ۲۳۹

(حضرت مخدوم) احمد عبد الحق ردولوی ۴۸

احمد بن علی (پدر حضرت محبوب الہی) ۵۲

شیخ احمد تھانیسری ۱۵۱، ۱۶۱

(خواجہ) احمد (مرید مخدوم الملک) ۲۳۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد سعید بات (مرید مخدوم الملک) ۲۳۹
(سید) احمد الحکیم حسینی ۱۵۳
(حضرت سید) احمد شہید ۱۸۹
(مولانا خواجہ) احمد نصیر آبادی ۱۸۹
اخی سراج (مولانا سراج الدین عثمان اودھی) ۱۲۹
۱۵۰، ۱۵۲، ۱۷۱
ارنلڈ ۱۶۷
(راجہ) ارونا ۲۵
اسعد لاہوری (والد حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی)
۱۵۲
(حضرت سید) اشرف جہانگیر سمنانی ۱۵۲، ۱۶۵
۱۷۲، ۲۳۶، ۲۳۷
(حکیم الامت مولانا) اشرف علی تھانوی ۴۹
خواجہ اقبال ۱۲۱
اقبال خادم ۹۵، ۹۹
اقبال ۱۶۶، ۲۸۱
(مولوی) اقبال احمد اعظمی ۱۸
(سلطان شمس الدین) التمش ۳۱، ۳۲
۳۳، ۳۴، ۵۳، ۱۸۰، ۱۸۹
(حضرت مولانا محمد) الیاس کاندھلوی ۴۹
امام اعظم ۸۹، ۹۲، ۱۱۵
(مولانا) امام الدین ۲۳۷
امان اللہ صدیقی ۳۱۱

(حضرت حاجی) امداد اللہ مہاجر مکی ۴۹، ۱۵۳
امین خاں (مکتوب الیہ حضرت مخدوم الملک) ۲۴۷
انند پال ۲۵
(مولانا) اوحد الدین ۲۳۹
(خواہرزادہ شیخ نجیب الدین فردوسی)
(خواجہ) اویس قرنی رضی اللہ عنہ ۲۰۶
ایشوری پرشاد ۲۶

(ب)

بارکہ (مخدوم الملک کی پوتی) ۲۳۷
(خواجہ) بایزید بسطامی ۱۴۶، ۳۰۲
ڈاکٹر بچنن ہملٹن ۱۹۸
مولانا بدر الدین اسحاق ۴۰، ۴۴، ۴۶
۶۱، ۶۳، ۷۴، ۱۲۳
شیخ بدر الدین غزنوی ۴۳
(خواجہ) بدر الدین سمرقندی ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳
(قاضی) بدر الدین ظفر آباد ۲۳۹
(مولانا) برہان الدین باقی ۵۶
(شیخ) برہان الدین غریب ۱۵۲، ۱۶۲، ۱۶۳
برہما ۲۶
بغرا خان ۷۵
(غیاث الدین) بلبن ۴۰، ۴۱، ۵۵، ۷۵، ۸۲
۱۶۹، ۱۸۰، ۲۳۸
بلعم باعور ۲۶۰

(شیخ) بو علی قلندر ۱۸۴
(مولانا) بہاء الدین ادھمی ۱۵۰
(مولانا) بہاء الدین ۱۸۸

(ت)

امیر کبیر تاتار خاں ۱۹۵
(امام) تاج الدین (مرید مخدوم الملک) ۲۳۸
(خواجہ) تاج الدین مادری ۱۵۰
(مولانا محمد) تاج فقیہہ ۱۷۷، ۱۷۸
(مولانا) تقی الدین اودھی ۲۲۸، ۲۳۸

(ج)

(مولانا) جامی ۲۳
(شیخ شہاب الدین) جگ جوت ۱۷۸
(شیخ) جلال الدین تبریزی ۵۳، ۵۴
(شیخ) جلال الدین حسین بخاری معروف بہ مخدوم
جہانیان جہاں گشت ۱۵۱
(مولانا) جلال الدین ۹۲، ۱۴۸، ۱۵۰
(خواجہ حافظ) جلال الدین ۲۳۸
(سید) جلال الدین (خواہرزادہ شیخ نجیب الدین)
۲۳۹
(سلطان) جلال الدین خلجی ۸۲، ۸۳
(مخدوم) جلال منیری ۳۱۱
(شیخ) جلیل الدین (برادر مخدوم الملک) ۱۷۹
۱۸۴، ۱۸۵، ۲۲۶، ۲۳۴، ۲۳۵

(شیخ) جمال الدین خطیب ہانسوی ۳۸، ۴۶
۶۷، ۱۵۶
(شیخ) جمال الدین بیکی ۱۸۸
(مولانا) جمال اولیا چشتی ۱۴۲
حضرت جنید ۹۱، ۱۴۶، ۲۸۸، ۳۰۸
ججو ۱۰۵
ملا جیون ۱۴۲
جی، بی، اسٹرینج ۲۴
جے چند ۲۵

(چ)

(حضرت خواجہ نصیر الدین محمود) چراغ دہلی ۱۲
۴۹، ۵۰، ۷۷، ۸۸، ۹۸، ۱۰۵، ۱۰۹
۱۴۸، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۶۲
۱۷۱، ۲۰۰
(شیخ احمد) چرم پوش ۱۷۸
(مولانا رکن الدین) چنخر ۱۲۶
چنگیز خاں ۱۵۸، ۱۵۹

(ح)

(امیر) حاجی (فرزند امیر خسرو) ۱۲۱
(شیخ) حبیب الدین (برادر مخدوم الملک) ۱۷۹
حریری ۲۴۱
(حضرت شیخ) حسام الدین حسام الحق مانکپوری
۱۵۲، ۱۵۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مولانا) حسام الدین ملتانی ۱۴۹

(مولانا) حسام الدین (امام بہست خانی) ۲۳۹

ملک حسام الدین ۲۳۳

(شیخ زادہ) حسام ۸۹، ۹۰، ۹۱

حسن بہدی قوال ۱۲۰، ۱۲۱

حسن سر برہنہ ۱۵۷

(امیر) حسن علا سجزی ۱۲، ۱۷، ۵۰، ۵۸

۷۸، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۴

۱۲۲، ۱۳۴، ۱۵۰

(حضرت مولانا) حسین احمد مدنی ۴۹

(سید) حسین کرمانی ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۱۲

(شیخ) حسین معز شمس بلخی ۲۰۲

حسین معز بلخی الملقب بہ نوشتۂ توحید ۲۳۷، ۲۳۸

(حضرت قاضی) حمید الدین ناگوری ۳۸، ۱۱۵

(مولانا) حمید الدین ۹۱

(شیخ) حمید الدین ۲۱۵

حمید الدین سوداگر ۲۳۹

(خ)

(مسند عالی) خان محمد ۱۶۴

ابوبکر خراطہ ۵۴

امیر خسرو ۱۲، ۱۷، ۴۴، ۷۶، ۷۷، ۸۲، ۸۳، ۸۶

۸۸، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۱۱۴، ۱۲۱، ۱۲۷

۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰

خسرو خان ۸۷، ۸۹

خضر خاں ۷۹، ۸۳، ۸۶

حضرت خضر علیہ السلام ۳۰۰

ملک خضر ۲۴۷

(پروفیسر) خلیق احمد نظامی ۴۹، ۱۶۵، ۱۷۰

(حضرت مولانا) خلیل احمد سہارنپوری ۴۹

(شیخ) خلیل الدین (برادر مخدوم الملک) ۱۷۹

۲۲۴، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۸

(مولانا) خواجگی ۱۴۱

(ابوبکر) خوارزمی ۲۴۱

امیر خورد (سید محمد مبارک علوی) ۱۷، ۴۷، ۵۰،

۷۰، ۹۰، ۹۴، ۹۸، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۲۰،

۱۳۴، ۱۴۷

(د)

(حضرت) درویش بن محمد قاسم اودھی ۱۵۳

(شاہ) دولت منیری ۳۱۱

(ذ)

شاہ ذکی الدین ۱۸۲، ۱۸۳، ۲۳۷، ۲۳۹

(ر)

(حضرت) رابعہ بصری ۱۳۳

رائے پتھورا (پرتھوی راج) ۲۵، ۲۶، ۲۷

(شیخ) رستم ۲۳۹

رستم ۲۸۰

(حضرت مولانا) رشید احمد گنگوہی ۴۹

(حضرت علامہ) محمد رشید جونپوری ۱۵۳، ۱۶۲

(مولانا) رفیع الدین (مرید مخدوم الملک) ۲۳۸

شیخ رضی الدین علی لالہ ۱۸۴

شیخ رکن الدین ابوالفتح ۴۲، ۱۰۱، ۱۴۲

حضرت شیخ رکن الدین فردوسی ۱۹۰، ۱۹۳

۱۹۴

حاجی رکن الدین ۲۳۲، ۲۳۹

(مولانا جلال الدین) رومی ۱۹۴

(ز)

(قاضی) زاہد ۱۹۸، ۲۲۴، ۲۲۷، ۲۳۴

۲۴۷

(حضرت) زبیر بن عبد المطلب رض ۱۷۷

(مولانا فخر الدین) زرادی ۹۰، ۹۸، ۱۲۹

۱۴۹، ۱۵۹، ۱۶۰، ۲۰۰

(حضرت) زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲۵۱

شیخ الاسلام بہاء الدین) زکریا ملتانی ۱۵

۴۱، ۵۴، ۹۱، ۱۰۱، ۱۶۷، ۱۹۱

زکریا غزیب (مرید مخدوم الملک) ۲۳۹

(شیخ الحدیث مولانا) محمد زکریا صاحب کاندھلوی

۴۹

علامہ زمخشری ۱۲۷

مولانا زین الدین (مرید مخدوم الملک) ۲۳۹

شیخ زین الدین ۱۵۳، ۱۶۲، ۱۶۴

زین بدر عربی ۲۰۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶

۲۳۱، ۲۳۶، ۲۳۸، ۲۴۵

(س)

خواجہ سالار ۱۵۰

سراج عفیف ۱۶۰، ۱۶۲

سراج بقال ۷۱

سرہنگا ۳۸

سرسید ۷۵

سعد کاغذی ۷۱

شیخ سعد الدین حموی ۱۸۴

شیخ سعد الدین خیر آبادی ۱۵۳

شیخ سعدی ۱۳۱، ۱۳۴، ۲۱۴

سلطان شاہ ۲۳۳

شیخ بہاء الدین سلیمان ۴۵، ۴۶

خواجہ سلیمان تونسوی ۱۵۱

شیخ سلیمان (مرید مخدوم الملک) ۲۳۸، ۲۴۷

مولانا سید سلیمان ندوی ۳۱۲

حکیم سنائی ۲۶۷

سومیشور ۲۵

(شیخ الشیوخ شہاب الدین) سہروردی ۶۲

۱۴۰، ۱۷۸، ۱۸۶

(خواجہ ضیاء الدین ابوالنجیب) سہروردی

۱۸۶، ۱۹۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواجہ سیف الدین باخرزی ۱۴۰، ۱۸۸، ۱۹۰

(ش)

شادی گلابی ۷۲
امام شافعیؒ ۹۳
شاہ بکھیہ ۲۳۸
شاہ پیر محمد سلونی ۱۵۳
شاہ پیر محمد لکھنوی ۱۵۳، ۱۷۲
شاہ شبیر عطا ۱۸
شاہ عالم گجراتی ۱۵۳
(حضرت) شبلی
مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری
۱۲، ۱۷، ۱۸، ۱۷۵، ۱۷۸، ۱۹۴، ۱۹۶
۲۲۲، ۲۲۵، ۲۳۹، ۲۴۲، ۲۴۵،
۲۴۷، ۲۶۸، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۹۵، ۲۹۸
۲۹۹، ۳۰۳، ۳۰۸، ۳۱۲
مولانا شرف الدین ابوتوامہ ۱۸۰، ۱۸۱
خواجہ شرف الدین ۱۰۹، ۱۱۰
قاضی شرف الدین ۱۵۰
قاضی شرف الدین (مرید مخدوم الملک) ۲۲۸
حاجی شریف زندنی ۲۳
بی بی شریفہ ۴۵
مخدوم شاہ شعیب فردوسی ۱۸۱، ۳۱۱
قاضی شعیب ۳۷

شیخ شعیب ۲۳۹
مولوی محمد شفیع صاحب ۵۳
شیخ شمس الدین ترک پانی پتی ۴۷
مولانا شمس الدین خوارزمی (متوفی المالک) ۵۵
۵۶، ۱۲۶
مولانا شمس الدین یحییٰ ۸۱، ۱۴۹، ۱۵۹، ۱۷۱، ۲۰۰
مولانا شمس الدین ۹۹، ۱۰۰
خواجہ شمس الدین ۱۵۰
قاضی شمس الدین ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۳۵، ۲۴۵، ۲۴۷
شمس الدین شراب دار ۷۲
شمس الدین خوارزمی ۲۳۸
شمس الدین ۳۰۰، ۳۰۴
ملک العلماء شیخ شہاب الدین دولت آبادی ۱۷۱
شیخ شہاب الدین (فرزند حضرت گنج شکر) ۴۵
مولانا شہاب الدین ملتانی ۹۱
مولانا شہاب الدین (خلیفہ مخدوم الملک) ۱۵۰
مولانا شہاب الدین ۲۲۶، ۲۳۱، ۲۳۲
مولانا شہاب الدین ناگوری ۲۳۸
امیر شہاب الدین ۲۳۳
شہاب الدین علوی طوسی ۲۳۷
سید شہاب الدین (مرید مخدوم الملک)
۲۳۹
شیر شاہ ۱۸۰

(ص)

ابواسحاق الصابی ۲۴۱
الصاحب ابن عباد ۲۴۱
سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایم اے ۱۴۱
قاضی صدر الدین ۲۳۸
مولانا صدر الدین ۲۴۷
علامہ صغانی ۵۷، ۱۲۶

(ض)

مولوی سید ضمیر الدین صاحب ۲۰۰
ضیاء برنی ۲۱، ۴۴، ۸۵، ۹۲، ۱۳۹، ۱۴۱،
۱۵۰، ۱۵۸
مولانا ضیاء الدین ۲۴۷

(ط)

طباطبائی ۸۷
ملک طغی ۱۶۲
طہرا ۲۳۷
شیخ طیب بنارسی ۱۵۳

(ظ)

ظہوری ۲۴۲
مفتی سید ظہیر الدین ۲۳۴
سید ظہیر الدین ۲۳۲، ۲۳۳

(ع)

حضرت عائشہؓ ۳۰۱

خواجہ عابد ظفر آبادی ۲۲۱
شیخ عارف ۴۶، ۴۷
مولانا عالم ۱۹۵
قاضی عالم احمد ۲۳۳، ۲۳۴
عالم گیر ۲۴۲
شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۴۸، ۱۲۷
عبدالحمید الکاتب ۲۴۱
مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب ۱۵، ۱۷، ۱۸۹
حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری ۴۹
خواجہ عبدالرحیم ۹۶
شیخ عبدالصمد عرف صفی الدین صفی پوری ۱۵۳
شیخ عبدالعزیز ۱۸۱
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ۱۳۵
حضر مولانا عبدالقادر رائے پوری ۱۱، ۴۹
حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی ۴۹، ۱۵۳
حضرت شیخ عبدالکریم مانک پوری ۱۵۳
عبداللہ ابن ابی ۲۵۳
شیخ عبدالمقتدر کندی ۱۵۱، ۱۷۱
حضرت خواجہ عثمانی ہارونی ۲۳
خواجہ عرب ۵۲
ملک عزیز الدین ۳۲
خواجہ عطاء اللہ ۱۰۷
خواجہ فرید الدین عطار ۱۸۸، ۱۹۴، ۲۶۷، ۲۷۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقیق ۲۲۶، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۵
سلطان علاء الدین خلجی ۲۰، ۷۹، ۸۳، ۸۴
۸۵، ۸۶، ۱۲۱، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۶
۱۵۵
حضرت شیخ علاء الدین صابر ۳۷، ۴۲، ۴۶، ۴۷، ۴۸
شیخ علاء الدین اجودھنی ۴۶
مولانا علاء الدین اصولی ۵۳
مولانا علاء الدین نیلی ۱۴۹
شیخ علاء الدین علاء الحق پنڈوی ۱۵۲، ۱۶۵، ۲۳۷
شیخ علاء الدین سمنانی ۱۸۹
شیخ علاء الدین جیوری ۱۸۹
حضرت شاہ علم اللہ نقشبندی رائے بریلوی ۱۸۹
مولانا علم الدین ۹۱
قاضی علیم اللہ ۱۷۲
شیخ علیم الدین ۲۳۷
مولانا علی اصغر قنوجی ۱۷۲
خواجہ علی ۵۲، ۵۳
امیر سید علی ہمدانی ۱۸۹
شیخ علی ۳۵
امیر المومنین سیدنا عمرؓ ۲۵۳، ۲۶۰
سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ ۱۳۶
شیخ عمر (مرید مخدوم الملک) ۲۲۸
عماد حالقی ۲۳۹
شیخ عماد الدین دہلوی ۱۹
خواجہ عماد الدین قلندر ۱۵۳
نور الدین محمد عوفی ۱۵
عین القضاۃ ہمدانی ۱۹۴

(غ)

۲۔ امام غزالی ۲۴۱، ۲۸۹
۱۔ (مولانا برہان الدین) غریب ۱۵۰
غلام حسین ۱۶۵
سلطان غیاث الدین تغلق ۲۰، ۸۸، ۸۹، ۹۳
(ملک غازی) ۱۳۷، ۲۰۰
سلطان غیاث الدین شاہ بنگال ۲۲۲
میر غیاث الدین شیرازی ۱۷۱

(ف)

حضرت فاطمہؓ ۳۰۱
بی بی فاطمہ ۲۵
فتوح باورچی ۲۲۲
مولانا فخر الدین زرادی ۹۰، ۹۲
مولانا فخر الدین مروزی ۱۵۰
مولانا فخر الدین میرٹھی ۱۵۰
مولانا فخر الدین دہلوی ۱۵۱
(شیخ زادہ حسام الدین) فرجام ۸۹، ۹۰، ۹۱
حضرت خواجہ فرید الدین (گنج شکر) ۳۶، ۴۰
۴۱، ۴۲، ۴۶، ۴۸، ۴۹، ۵۴، ۵۵، ۵۸

۶۰، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷
۶۸، ۷۳، ۷۴، ۸۲، ۱۰۲، ۱۱۳، ۱۲۲
۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۴، ۱۶۷، ۱۷۱
شیخ فرید الدین ۲۳۴، ۲۳۸
مولانا فصیح الدین ۱۰۴، ۱۵۰
مولانا فضل اللہ (ملک زادہ) ۲۳۶، ۲۳۸
فیروز تغلق ۱۵۱، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۹۵
۲۰۱، ۲۱۵
رکن الدین فیروز شاہ ۵۳
سلطان المشرق فیروز شاہ ۲۲۱، ۲۴۷

(ق)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ۴۹
محمد قاسم (مصنف تاریخ فرشتہ) ۹۳
قاضی خاں ۲۳۲، ۲۳۹
قاضی الفاضل ۲۴۱
قتلغ خاں ۷۴
ملک قرابیگ ۸۴، ۵۸
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۳۰-۳۸
۴۳، ۷۳، ۱۴۴، ۱۹۰، ۱۹۲
شیخ الاسلام سید قطب الدین احمد مدنی ۱۸۹
شیخ قطب الدین دبیر ۱۵۹، ۱۶۰
قطب الدین (مرید مخدوم الملک) ۲۳۸
شیخ قطب الدین ۲۴۷
سلطان قطب الدین (مبارک شاہ) ۸۶، ۹۴
قطب الدین ایبک ۵۳، ۱۸۹
قطب عالم عبد اللہ الحسینی ۱۵۳
مولانا قمر الدین ۲۳۸
امیر قیر بک ۱۲۰

(ک)

مولانا کاشانی ۱۱۶
ملک کافور ۸۴
مولانا کرم الدین ۲۳۸
خواجہ کریم الدین سمرقندی ۱۵۰
حضرت کعب بن مالکؓ ۶۳
شاہ کلیم اللہ جہان آبادی ۱۵۱، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۲
علامہ کمال الدین ۱۵۱
شیخ کمال الدین ناگوری ۱۵۳
شیخ کمال الدین (مالوی) ۱۵۳
مولانا کمال الدین سنتوکی ۲۴۷
بابا کمال الدین جنیدی ۱۸۴
راجہ کنس ۱۶۵
جزا گنگھم ۱۹۸
معز الدین کیقباد ۷۵، ۸۲

(گ)

علامہ گازرونی ۱۷۱
گنج شکر (دیکھئے حضرت خواجہ فرید الدین)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوتم بدھ ۱۹
حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز ۱۲، ۱۳۱، ۱۵۱

(ل)

مولانا لطف اللہ کوڑوی ۱۷۲
مولانا لطف الدین ۲۳۹

(م)

(شیخ محمد بن احمد) الماریکلی مشہور بہ
کمال الدین زاہد ۵۷، ۱۲۶
اخی مبارک ۱۰۰
شیخ مبارک گوپاموی ۱۵۰
نور الدین مبارک ۵۰، ۷۰، ۷۱
شیخ مجد الدین بغدادی ۱۸۴
مجد الملک ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۱۵
تاج العارفین شاہ مجیب اللہ قادری ۱۵۳
حضرت موسیٰ علیہ السلام ۲۷۲، ۳۰۰
حضرت مریم علیہا السلام ۳۰۱
حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی ۴۹
خواجہ محمد امام ۴۷، ۱۲۳
محمد ابن قاسم ثقفی ۲۱
(سلطان) محمد تغلق ۴۵، ۴۶، ۹۳، ۱۰۰
۱۰۶، ۱۰۸، ۱۶۲
امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی ۱۳۰، ۱۸۹
۲۰۴، ۲۴۲، ۲۸۳، ۲۸۴

صوفی محمد حسین صاحب ۲۲۴
سلطان محمد شاہ بہمنی ۱۶۲، ۱۶۴
علامہ محمد طاہر فتنی ۱۲۷
شہاب الدین محمد غوری ۲۲، ۲۴ـ۲۷، ۵۲
۱۷۷، ۱۷۹
سید محمد کالپوی ۱۷۲
حضرت شاہ محمد مینا ۱۰۴، ۱۵۳
محمد میوہ فروش ۷۲
سلطان محمود غزنوی ۲۲ـ۲۴
شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب ۴۹
مولانا محمود صوفی ۲۳۴
مولانا محی الدین کاشانی ۹۰، ۹۲، ۱۵۰
مخلص الملک ۱۵۶
مولوی مراد اللہ صاحب ۱۸، ۳۱۱، ۳۱۲
علامہ برہان الدین مرغینانی ۵۷، ۱۲۶
شیخ شرف الدین المزوقانی ۱۸۹
بی بی مستورہ ۴۵
مولوی سید مشرف علی ندوی ۱۸
مولانا مظفر بلخی ۲۳۲، ۲۲۹، ۲۳۸، ۳۱۱
خواجہ معز الدین ۲۳۲، ۲۳۹
حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۱۵، ۲۲ـ۲۴
۲۷ـ۳۰، ۳۲، ۳۴ـ۳۶، ۴۴
۸۲، ۱۲۲، ۱۶۶، ۱۹۲

شاہ معین الدین کرجوی ۱۵۳
مولانا مغیث الدین ۱۵۳
قاضی مغیث الدین بیانوی ۸۴، ۸۵
خواجہ ملک ۲۲۶، ۲۳۱
مولانا مناظر احسن گیلانی ۱۷، ۶۴، ۶۸، ۷۹
۱۲۲
قاضی منتخب ۶۷
منور ۲۳۳، ۲۳۵
شیخ قطب الدین منور ۴۶، ۹۸، ۱۴۹، ۱۵۶
۱۵۷، ۱۵۸، ۲۰۰
قاضی منہاج الدین جوزجانی ۱۵، ۲۵
مولانا منہاج الدین ترمذی ۳۷
خواجہ قطب الدین مودود ۲۳
خواجہ محمد موسیٰ ۴۷، ۱۲۳
مولانا روم ۱۰۳، ۲۶۷
خواجہ موید الدین کردی ۱۵۰، ۱۵۵
خواجہ موید الدین انصاری ۱۵۰
قاضی مینا ۲۳۰

(ن)

سلطان ناصر الدین محمود ۴۰، ۵۵، ۱۶۹
مولانا قطب الدین ناقلہ ۵۶
شیخ نجم الدین رازی ۱۸۸
شیخ نجم الدین صغریٰ ۳۲، ۱۹۲

خواجہ نجم الدین کبریٰ ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۷۹، ۲۰۵
مولانا سید نجم الہدیٰ ندوی ۱۸
شیخ نجیب الدین فردوسی ۱۸۲، ۱۸۵
۱۹۴ـ۱۹۷، ۲۳۷
شیخ نجیب الدین متوکل ۵۹، ۶۰، ۶۳، ۶۴
۱۰۷
شیخ نصر الدین ۴۵
مولانا نصیر الدین جونپوری ۲۲۹، ۲۳۸، ۲۴۷
حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ۱۲، ۱۵، ۱۷
۳۶، ۳۹، ۴۰، ۴۲، ۴۴، ۴۵ـ۴۸
۵۰، ۵۲، ۵۳، ۵۷، ۶۱، ۶۴، ۶۵
۶۸، ۷۳، ۸۲، ۸۹، ۹۷، ۹۸، ۱۰۲
۱۰۹، ۱۲۲، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۴۲، ۱۴۳
۱۴۶، ۱۵۲، ۱۵۸، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۷۰
۱۸۴، ۱۸۵، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۹، ۲۰۰
۲۳۸، ۲۳۹
خواجہ نظام الدین ۴۵
مولانا نظام الدین شیرازی ۱۵۰
شیخ نظام الدین اورنگ آبادی ۱۶۹
ملا نظام الدین ۱۷۲
مولانا نظام الدین کوہی ۲۳۰
مولانا نظام الدین ۲۳۳
مولانا نظام الدین مفتی ۲۳۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نظام الدین مفتی ۲۳۳

مولانا نظام الدین (خال زادہ مخدوم الملک) ۲۳۹

مولانا نظام مولی بہاری ۱۹۹، ۲۰۱

حاجی نظام غریب ۲۳۶

نعمت خان عالی ۲۴۲

حضرت خواجہ نقشبند ۲۰۵

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲۵۱

مولانا نور ترک ۳۸

صاحبزادہ نور الدین ۱۵۷

قاضی نور الدین ۲۳۰، ۲۳۵

حضرت نور قطب عالم ۱۵۲، ۱۶۵، ۱۷۲

خواجہ نور محمد ۱۵۱

شاہ نیاز احمد بریلوی ۱۵۱

(و)

شیخ وجیہہ الدین پاٹلی ۱۵۰

شیخ وجیہہ الدین یوسف ۱۵۳

سید وحید الدین رضوی ۲۳۷، ۲۳۹

قاضی جلال الدین الولوالجی ۸۹، ۹۰

حضرت شاہ ولی اللہ ۲۴۲

ولیسل دیو ۲۵

(ہ)

ہلال ۲۲۶، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۳۵

ڈاکٹر ہنٹر ۱۹۷

ہیون سانگ ۱۹۸

کتابیات

(الف)

آثار الصنادید ۷۵

آئین اکبری ۳۰

اجمیر گزیٹیر ۲۶

اجوبہ ۲۳۹

احسن التقاسیم ۲۴

احیاء العلوم ۱۴۶، ۲۸۹

اخبار الاخیار ۳۴، ۴۱، ۴۶

ارشاد السالکین ۲۳۹

ارشاد الطالبین ۲۳۹

ازالۃ الخفا ۲۴۲

افضل الفوائد ۱۲

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۵۳

انیس الغربا ۱۵۲

(ب)

بحر المعانی ۲۳۹

بزم صوفیہ ۴۴، ۱۴۱

(ت)

تاریخ دعوت و عزیمت ۱۱، ۱۳۵، ۱۳۷

تاریخ فرشتہ ۲۶، ۳۲، ۳۴، ۸۸، ۹۳، ۹۴، ۱۶۰، ۱۶۴

تاریخ فیروز شاہی (ضیاء برنی) ۲۰، ۲۱، ۵۵، ۸۵، ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۶

تاریخ فیروز شاہی (سراج عفیف) ۱۵۱، ۱۶۰

تاریخ مشائخ چشت ۴۹، ۱۵۱، ۱۵۶

رسالہ تبصرہ ۱۸۷

تحفہ اثنا عشریہ ۲۴۲

تحفہ غیبی ۲۳۹

ترجمہ احیاء العلوم ۱۴۶

تذکرۃ الرشید ۱۵۴

تذکرۃ العاشقین ۴۵، ۶۶

تغلق نامہ ۸۰

تمہید ابو شکور سالمی ۶۲

(ث)

الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند ۱۲۷

(ج)

جغرافیہ خلافت مشرقی ۲۴

جوامع الکلم ۱۲، ۷۳، ۱۳۱

(ح)

حسرت نامہ ۹۲، ۱۴۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خ

خزینۃ الاصفیاء ۳۱، ۴۵، ۶۶، ۸۶، ۱۹۳، ۱۹۴

خمسہ نظامی ۱۲۷

خوان پر نعمت ۱۸۱، ۲۲۴، ۲۳۹

خیر المجالس ۴۹، ۸۹، ۱۳۴

د

دعوت اسلام ۱۶۸

راحۃ القلوب ۳۷، ۲۳۹

رسالہ در طلب طالبان ۲۳۹

رسالہ قشیری ۱۴۶

رسالہ مکیہ ۲۳۹

رقعات عالمگیری ۲۴۲

رقعات السلاطین ۱۶۵

ز

زاد سفر ۲۳۹

س

سراج المجالس ۵۰، ۵۴، ۷۷

سیرت سید احمد شہیدؒ ۱۷

سیرۃ الشرف ۱۷، ۱۷۸، ۱۸۲، ۱۹۸، ۱۹۹
۲۰۰، ۲۰۱، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۲۱، ۲۲۲
۲۳۸، ۲۳۹

سیر العارفین ۴۴، ۵۵، ۵۶، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷،
۱۱۰

سیر الاقطاب ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۱۱۵

سیرۃ الاولیاء ۱۷، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۲، ۳۳
۳۴، ۳۶، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۵۰، ۵۲، ۵۴
۵۷، ۵۸، ۶۱، ۶۲، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۷۰
۷۲، ۷۴، ۷۶، ۷۸، ۸۱، ۸۳، ۸۴، ۸۵
۸۸، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۷، ۹۸
۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹
۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۹،
۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷
۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۴، ۱۳۸، ۱۴۱، ۱۴۷
۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۵، ۱۵۸، ۱۶۰

ش

شرح آداب المریدین ۲۳۹

شرح تعرف ۱۴۶

شرح کافیہ ۱۷۱

شرف نامہ ابراہیمی ۱۷۸

شرف نامہ احمد منیری ۱۷۸

ص

صید الخاطر ۲۴۲

ط

طبقات ناصری ۱۵، ۲۵، ۲۶

ع

عقائد اشرفی ۲۳۹

عوارف المعارف ۶۲، ۱۴۶، ۱۸۶

ف

فتاوی تاتارخانی ۱۹۵

فرہنگ ابراہیمی ۱۷۸

فوائد رکنی ۲۳۹

فوائد الفواد ـ ۱۲، ۱۷، ۵۰، ۵۳، ۵۵، ۵۶
۵۸ـ۶۰، ۶۲، ۶۳، ۶۶، ۶۹، ۷۰، ۷۳
۷۴، ۷۸، ۱۰۴ـ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۳، ۱۱۴،
۱۲۲ـ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۲ـ۱۳۴
۱۳۶، ۱۶۷، ۱۶۸

فوائد مریدین ۲۳۹

ق

قوت القلوب ۱۴۶

ک

کشاف ۱۲۶

کشف المحجوب ۱۴۶

کنز المعانی ۲۳۹

گ

گل رعنا ۱۵

گل فردوس ۱۹۳

گنج لایخفی ۲۱۵، ۲۳۹

ل

لباب الالباب ۱۵

لطائف اشرفی ۲۳۶، ۲۳۷

لطائف المعانی ۲۳۹

لوائح حضرت قاضی حمید الدین ناگوری ۱۴۶

م

مآثر الکرام ۲۷، ۲۹

مخبر الواصلین ۴۵، ۶۶

المدہش ۲۴۲

مرصاد العباد ۱۴۶

مشارق الانوار ۵۷، ۱۲۷

مشکوٰۃ ۱۳۷

مصباح الہدایت ۱۱۷

معجم البلدان ۳۱

معدن المعانی ۱۷۹، ۲۰۳، ۲۲۹

مفتاح اللغات ۱۷۹

مفصل ۱۳۶

مقامات حریری ۵۷

مکتوبات سہ صدی ۲۴۵

مکتوبات صدی ۲۴۵

مکتوبات شیخ شرف الدین یحیٰی منیری ۲۴۵

مکتوبات عین القضاۃ ۱۴۶

مکتوبات کلیمی ۱۶۹

ملفوظات ۲۳۹

مناقب الاصفیاء ۸۱، ۱۸۳ـ۱۸۵، ۱۸۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸۸، ۱۹۰ــ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۵
۲۰۶، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۴، ۲۱۵، ۳۱۱
منتخب التواریخ ۲۰، ۲۶
المنقذ من الضلال ۱۱۲
مونس المریدین ۲۳۹
مونس الفقراء ۱۵۲
مونس القلوب ۲۱۵

(ن)

النافع ۳۷
نزہۃ الخواطر ۱۴، ۱۵، ۱۷، ۴۶، ۴۷، ۵۳
۱۵۲، ۱۸۲، ۱۸۹، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۳۹
نفحات الانس ۲۳
نقوش سلیمانی ۳۱۲

(و)

وفات نامہ ۲۲۴، ۲۳۶

(ہ)

ہدایہ ۵۷
ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت
۶۵، ۶۹، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۷، ۸۸
۱۲۲

مقامات وعمارات

(الف)

اجمیر ۲۵ــ۲۷، ۳۰، ۳۲ــ۳۴، ۱۶۷
اجودھن ۳۹، ۴۰، ۴۵، ۵۵، ۶۰، ۶۵
۶۶، ۶۸ــ۷۰، ۷۴، ۸۳
احمد آباد ۱۵۲، ۱۶۹
افغانستان ۲۴
انگلی ۲۴۷
اوچ ۴۰
اودھ ۱۴۸، ۱۵۲، ۱۵۳
اوش ۳۱
ایران ۲۰، ۲۴، ۵۲، ۱۷۳

(ب)

باغ حیرت ۷۵
بام ہزار ستون ۸۸، ۱۴۷
بخارا ۱۹، ۴۶، ۴۷، ۵۲
بدایوں ۵۲، ۵۳، ۵۵، ۶۰، ۶۹، ۷۱
برہان پور ۱۵۲
بٹالہ ۷۵

بغداد ۱۹، ۴۶، ۴۷، ۵۲
بنسی ۱۵۶، ۱۵۷
بنگال ۱۲۹، ۱۵۲، ۱۶۵، ۱۷۹، ۲۲۱، ۲۴۷
بہار شریف ۲۳۷
بہار ۱۵۲، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۹۹، ۲۰۰
۲۲۸، ۳۱۱
بہیا ۱۹۷
بیت المقدس ۱۷۷، ۲۵۵

(پ)

پاک پٹن ۳۹، ۴۵، ۱۶۷
پاکستان ۳۹
پانی پت ۱۸۴
پٹنہ ۱۷۸، ۲۴۵
پٹیالی ۷۴
پشکر ۲۶
پنجاب ۱۶۷
پنڈوہ ۱۲۹، ۱۵۶، ۱۶۵، ۱۶۹، ۱۷۱
۱۷۲
پنیام ۱۸
پونا ۱۶۴
پھلواری شریف ۱۵۳
پیران کلیر ۴۷

(ت)

ترائن ۲۶
ترکستان ۲۰، ۱۵۸، ۱۷۳
تلونڈی ۲۶
تلنگانہ ۸۴
تھانیسر ۲۶

(ٹ)

ٹھٹھہ ۱۶۲
ٹیلہ والی مسجد ۱۷۲

(ج)

جامع میری ۸۶
جون پور ۱۵۳
جھٹلی ۱۷۸

(چ)

چوسہ ۲۴۵
چھپروالی مسجد ۷۱

(ح)

حبش ۲۶۵
حصار اندرپت ۱۰۵
حوضی رانی ۷۵

(خ)

الخلیل ۱۷۷، ۱۷۸
خراساں ۲۴، ۵۲، ۱۵۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوارزم ۱۹،۱۸۶،۱۸۸

د

دکن ۱۵۳،۱۶۲
دمشق ۶۹،۱۰۳
دہلی ۲۱،۲۵،۳۰،۳۱،۳۳،۳۴،۳۷
۳۸،۴۱،۴۳،۴۷،۵۳،۵۵،۵۹
۶۷-۷۳،۷۶،۷۹،۸۲،۸۹،۹۰
۹۳،۹۴،۱۱۳،۱۲۱،۱۲۲،۱۲۹،۱۴۱
۱۴۷،۱۵۱،۱۵۲،۱۵۷،۱۵۸،۱۶۸
۱۸۰-۱۸۵،۱۸۹،۱۹۲،۲۰۰،۲۱۵
۲۳۷
دلیسنہ ۳۱۲
دیگری ۴۸
دلوگیر ۹۳،۹۴،۱۵۲،۱۵۸،۱۶۳

ڈ

ڈھاکہ ۱۸۰

ر

راج شاہی ۱۶۵
راج گیر ۱۹۷-۲۰۰
راج گرہا ۱۹۸
رائے بریلی ۱۷
رائے پور ۴۹
رکاب دار کی سرائے ۷۱
روم ۹۱
روہیل کھنڈ ۵۲
رے ۱۹

ز

زاہدان ۲۴
زرنج ۲۴
زنجان ۱۹
زین آباد ۱۵۲

س

سجز ۲۴
سجستان ۲۴
سلون ۱۵۲،۱۴۲
سمرقند ۱۹
سنارگاؤں ۱۸۰-۱۸۳،۲۲۱
سندھ ۲۱
سندیلہ ۳۱۱
سومنات ۲۳
سوستان ۴۷
سستان ۲۴

ش

شام ۹۱
شاہ آباد ۲۴۵
شیخ پورہ ۳۱۱

شیراز ۲۱

ص

صفی پور ۱۵۲

ط

طور سینار ۲۶۵

ع

عدن ۳۱۱
عراق ۲۰

غ

غزنین ۲۴
غزنین دروازہ ۳۷
غیاث پور ۷۰،۷۵،۷۶،۸۶،۱۰۵،۱۴۴
۱۶۸

ف

فتوحہ ۳۱۱
فرغانہ ۳۱

ق

قرطبہ ۲۱
قزوین ۱۹
قصور ۳۷
قطب صاحب ۳۶
قنوج ۲۵
قیصر یہ ۷۱

ک

کابل ۳۷
کاشغر ۱۴۸
کپوٹیکا ۱۹۸
کڑہ ۱۸۹
کشمیر ۱۸۹
کعبہ مکرمہ ۲۵۵
کمال دروازہ ۷۴
کھتوال ۳۷،۳۸
کیلوکھڑی ۳۲،۷۵

گ

گل برگہ ۱۵۱،۱۵۲،۱۶۴،۱۶۹،۱۴۲

ل

لاہور ۱۲،۳۷،۵۳
لکھنوتی ۱۲۹،۱۵۲
لکھنؤ ۱۸

م

مالوہ ۱۵۴
مان سرور ۲۶
مانڈو ۱۵۲
مانک پور ۱۵۲،۱۴۲
مخدوم کنڈ ۱۹۸
مرو ۱۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرہٹ واڑہ ۱۶۴
مسجد نبوی ۲۶۰
مگدھ ۱۹۸
ملتان ۲۱، ۳۷، ۳۸، ۴۰، ۴۴، ۵۲
منٹگمری ۳۹
مندھ پل ۷۱
مندھ دروازہ ۷۱
منیر ۱۷۷-۱۸۳، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۳۸، ۳۱۱
مونگیر ۳۱۱
میاں بازار ۷۱
میدان پور ۱۷
میوات ۱۶۸

(ن)

نیشاپور ۱۹
نیمروز ۲۴

(و)

ورنگل ۸۴، ۸۵

(ہ)

ہانسی ۲۸، ۳۶، ۶۷، ۷۲، ۱۵۶، ۱۵۸
ہلمند ۲۴
ہمایوں کا مقبرہ ۷۵
ہمدان ۱۹
ہندوستان ۱۶، ۲۰-۲۳، ۲۵-۳۱،
۳۴، ۳۵، ۳۷، ۴۶، ۴۸، ۶۸، ۷۲، ۷۰
۷۹، ۸۲، ۸۳، ۱۰۱، ۱۱۲، ۱۱۸، ۱۲۸
۱۴۱، ۱۴۷، ۱۵۱-۱۵۳، ۱۶۰، ۱۶۵،
۱۶۶، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۸،
۱۷۹-۱۸۱، ۱۸۴، ۱۹۰، ۱۹۱،
۱۹۴، ۲۴۲، ۲۹۸

مدرسے، خانقاہیں اور کتب خانے

انڈیا آفس ۱۷۸
خانقاہ بہار ۳۱۱
خانقاہ مجیبی ۱۵۳
خانقاہ رشیدی ۱۵۳
دارالعلوم دیوبند ۴۹
درگاہ شیخ ضیاء الدین رومی ۷۶
کتب خانہ اصلاح ۳۱۲
مدرسہ معزیہ ۴۷
مرکز دعوت اصلاح و تبلیغ ۱۸
مظاہر العلوم ۴۹

سلسلے

سلسلہ جنیدیہ ۱۸۹
سلسلہ چشتیہ ۸۱، ۱۱۳، ۱۵۱، ۱۶۶، ۱۷۲،
۱۹۰، ۲۳۷
سلسلہ چشتیہ نظامیہ ۱۲۹، ۱۵۳، ۱۵۴
سلسلہ سہروردیہ ۱۷۸، ۱۸۶
سلسلہ شطاریہ ۱۹۱
سلسلہ صابریہ ۱۵۳
سلسلہ فردوسیہ ۱۸۶، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۳، ۱۹۴،
۳۱۱
سلسلہ کبرویہ ۱۸۹
سلسلہ ہمدانیہ ۱۸۹، ۲۰۵

مَطابع

مطبع احمدی ۱۸۱
مطبع شرف الاخبار ۱۷۹
مطبع مفید عام آگرہ ۲۳۶
مطبع نور الآفاق ۱۸۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکے اور بانٹ

تنکہ ۱۵۸
جیتل ۷۲
دانگ ۱۵۸

ساز

چنگ ۱۱۹
دف ۹۱
رباب ۱۱۹
شبابہ ۹۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ